ڈیڈیکیشن

بحضور بندگان اقدس و اعلیٰ اعلیٰحضرت شہریار دکن نظام الملک

آصف جاہ ہز ہائی نس میر محمد عثمان علیخان بہادر

خلد اللہ ملکہ وحشمتہ

جن کی

علم دوستی۔ روشن ضمیری۔ بیدار مغزی۔ رعیت پسندی۔ اور صفات

ملک داری کا ایک زمانہ معترف ہے

تزک تیموری کے پہلے اردو ترجمہ کو باادب معنون کرنیکی جرأت کیجاتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

العبد المخلص

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ اڈیٹر و مالک اخبار وطن لاہور

یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

شبیہ امیر صاحبقران امیر تیمور گورگان انار اللہ برہانہ

TIMOUR.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسباب و حالات فتوحات صاحبقرانی

تفاصیل جہانداری و ملک رانی امیر گورگانی پر خود کچھ لکھنے کی کوشش کرنے کی بجائے اب یہ مناسب معلوم ہوا کہ امیر تیمور کی کہانی خود اُن کی زبانی حرف بحرف بیان کر دی جائے۔ جہاں اس سے اندنوں اور زمانہ سابق کے فن معرکہ آرائی کا دلچسپ تفاوت معلوم ہوگا۔ وہیں ساتھ ہی یہ بھی منکشف ہو جائے گا کہ عدل و انصاف اور ضابطہ و آئین ہی ہمیشہ جہانداری کے پشتیبان رہے ہیں۔ امیر ممدوح نے اپنی سوانح عمری بزبان فارسی لکھی تھی۔ افادۂ ناظرین کیلئے ہم اسکا سلیس با محاورہ اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

پہلا مقالہ تدبیر و آراء

میں نے امور ملک گیری و حکمرانی اور انہدام دشمن اور دشمن کو اپنے دام میں لا کر مخالفوں کو دوست بنا لینے اور دوستوں اور دشمنوں سے میل جول اور برتاؤ کی تدبیر و رائے یہ قرار دی کہ بے سوچے اور مشورہ کئے ہوئے کوئی کام نہ کروں۔ کیونکہ میرے پیر نے مجھے تحریر کیا تھا کہ ابوالمنصور تیمور! تم کاروبار سلطنت میں چار باتوں کو خوب مضبوط پکڑے رہنا۔ مشورہ باہمی۔ ذاتی رائے۔ دور اندیشی اور بیدار مغزی۔ کیونکہ جو سلطنت بادشاہی زبردست ذاتی رائے۔ اور تدبر اور نیک صلاح سے خالی ہو وہ بالکل اس جاہل شخص کے مشابہ ہے جسکے تمام افعال و اقوال سراپا غلط ہوتے ہیں۔ اور اسکی باتیں اور اس کے کام از اول تا آخر پشیمانی اور ندامت ہی سے سابقہ ڈالتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنی سلطنت کے کاروبار کو چلانے میں دانا لوگوں کے مشورہ اور اپنی تدبیر پر عمل کرو تاکہ آخر میں پچھتانا نہ پڑے۔

تم کو یہ بھی خوب یاد رہے کہ سلطنت کے کاموں میں ایک حصہ

برداشت اور تحمل کا ہے۔ اور دوسرا حصہ جاننے اور سمجھنے کے بعد غافل اور نادان بننے کا مگر پختہ ارادہ صبر، پامردی و استقلال۔ دور اندیشی اور انجام بینی کے ذریعہ سارے کام سدھر جاتے ہیں والسّلام"۔

یہ خط گویا ایک رہنما تھا جس نے مجھے راہ راست دکھائی اور بتا دیا کہ سلطنت کے کاموں میں نو حصے تدبیر و مشورہ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور صرف ایک حصہ تلوار کے وسیلہ سے۔ داناؤں کا مقولہ ہے کہ ایک ہی عمدہ تدبیر سے ایسے ملک فتح کئے جا سکتے اور اس قسم کی فوجیں منہزم کیجا سکتی ہیں جو سینکڑوں لشکروں کی تلواروں سے بھی قابو میں نہ آسکیں۔ مجھے تجربہ ہوا ہے کہ ایک آزمودہ کار، بہادر، جواں مرد، صاحب عزم و تدبیر اور دور اندیش آدمی ہزار بے تدبیر اور غیر دور اندیش آدمیوں سے کہیں بڑھ کر اچھا اور مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک ایک کارداں آدمی ہزار ہزار آدمیوں سے اپنے ماتحت کام لیتا ہے۔

مجھے یہ بھی تجربہ ہوا ہے کہ دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آنے میں لشکر کی زیادتی کوئی سبب نہیں ہوتی۔ اور نہ فوج کی کمی دشمن

مقابلہ میں مغلوب بنا سکتی ہے۔ بلکہ غلبہ و فتح خدا کی مدد اور تدبیر
پر موقوف ہے چنانچہ میں صرف ۲۴۳ شخصوں کے ساتھ مشورہ اور تدبیر
کی وجہ سے قہر قرشی کے قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ امیر موسیٰ اور ملک بہادر
امور سردار بارہ ہزار سواروں کی جمعیت سے قلعہ کے اندر اور اسکے
گرد و پیش جمع ہوئے تھے۔ مگر میں نے خدائے بزرگ کی امداد اور درست
تدبیر کی اعانت سے اس قلعہ پر قبضہ کر ہی لیا۔ اور پھر امیر موسیٰ اور ملک بہادر
دونوں بارہ ہزار سواروں کے ساتھ آکر مجھے قلعہ قرشی میں محصور کر لینے کے
درپے ہوئے۔ لیکن میں نے خدا کی تائید پر بھروسہ کیا اور تدبیر و دور
اندیشی کی راہ سے میدان میں نکل آیا۔ ان سے باری باری جنگ کی اور انہیں
دو سو پینتالیس آدمیوں سے بارہ ہزار سواروں کو شکست فاش دیکر کئی فرسنگ
کی دوری تک ان کا تعاقب بھی کیا۔ مجھ کو یہ تجربہ بھی ہوا ہے کہ مشورہ
اور تدبیر ہمیشہ بیدار مغز اور ہوشیار آدمی ہی سے درست ہوتی ہے۔
اگرچہ کاموں کی رفتار اور ان کا چل پڑنا پردۂ تقدیر میں روپوش ہے
لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن روش پر چلکر میں نے
جو کام کیا وہ صلاح و مشورہ ہی سے کیا۔ جس وقت میں اپنے مشیر کاروں

کو جمع کرتا اور ان سے کسی باب میں صلاح لینا چاہتا۔ ان تمام کاموں کو
جو درپیش ہوتے ان سے بیان کرکے ان کے نفع و نقصان کرنے یا نہ کرنے
اور خوبی و خرابی کے متعلق صلاح لیتا تھا پھر ان کی باتیں سنتا ان باتوں
کے دونوں پہلوؤں پر خود بھی کامل غور و خوض کرتا اور سوچتا کہ ان آرا،
میں کیا فائدہ ہے۔ اور کتنا ضرر۔ پھر بڑی ژرف نگاہی سے اس کام کی دشواریوں
اور خطروں کو سوچتا اور جس کام میں دو خطرے نظر آتے اسے چھوڑ کر وہ کام
اختیار کر لیتا جسمیں ایک ہی خطرہ ہوا کرتا تھا۔

تغلق تیمور خاں کے ماتحت سرداروں اور امیروں نے جتہ کے
میدان میں اسکی مخالفت عیاں کی اور اس سے پھر بیٹھے تغلق تیمور خاں نے
مجھ سے صلاح پوچھی کہ اس حالت میں کیا کرے؟ میں نے کہا "
ان کے مقابلہ پر فوج روانہ کرو گے۔ تو دو خطروں کی صورت نظر آتی ہے
اور اگر خود انہیں گوشمالی دینے کو جاؤ گے تو صرف ایک ہی خطرہ ہے اس نے
میری اس رائے پر عمل کیا۔ اور خود میدان کو لیا۔ اور وہی ہوا جو میں نے
اسے کہا تھا میں نے تمام کاموں میں صلاح و مشورہ ہی پر عمل رکھا ہے
اور پھر صلاح سے جس کام کے کرنے کا قرار داد ہو گیا اسکی انجام دہی

میں ٹھیک تدبیر کی ہے۔ پہلے دیکھ لیا ہے کہ اِس کام کے بر آنے کا کیا طریقہ ہے تب اسکو شروع کیا ہے۔ اور یوں کہ درست تدبیر و عزم دانائی اور ہوشیاری پیش بینی اور دور اندیشی کے ساتھ اسے انجام کو پہنچا دیا ہے۔

میرا یہ بھی تجربہ ہے کہ صلاح و مشورہ کے قابل اور راسخ الرائے وہی لوگ ہوتے ہیں جو باتفاق اپنی بات اور دھن کے پکے ہوں جو کچھ کریں یا کہیں اس سے کسی طرح باز نہ رہیں۔ اور اگر کہیں کہ ہم یہ کام نہ کریں گے تو پھر چاہے کچھ ہو جائے ہرگز اس کام کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ تجربہ نے مجھ کو بتا دیا ہے کہ صلاح دینے والے کی رائے دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبانی۔ دوسری تہ دلی۔ زبانی مشورے تو میں صرف کانوں سے سن لیا کرتا تھا۔ اور تہ دلی رائیں سنکر انہیں دل و دماغ میں جگہ دیدیتا تھا۔ لشکر کشی کیوقت صلح و جنگ کے متعلق لوگوں کے خیالات معلوم کرتا تھا اپنے سرداران سپاہ کے دل ٹٹولتا تھا کہ وہ لڑائی کے خواہاں ہیں۔ یا صلح پر مائل۔ اگر ان کی گفتگو صلح کے حق میں ہوتی تو صلح کے فوائد کا جنگ کے نقصانات سے مقابلہ کیا کرتا۔ اور وہ جنگ پر آمادہ پائے جاتے تو

لڑائی کے فوائد کا صلح کے ضرر سے تقابل کر کے دکھاتا۔ پھر جو پہلو زیادہ سود مند ہوتا اسی کو اختیار کر لیتا۔ ہاں جو صلاح و مشورہ فوج کو دو دل اور مذبذب بنا دیتا۔ اسکے سننے ہی سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اور جو مشیر کا گھبراہٹ کے ساتھ رائے دیتا اسکی بات بھی سننا تھا۔ اور عاقلانہ و مردانہ رائے دینے والی کی گفتگو بھی سماعت فرماتا صلاح سب سے پوچھتا۔ لیکن ہر رائے کی بھلائی اور برائی پر غور و فکر کر کے اسکے اسی پہلو کو اختیار کیا کرتا جو بہتری اور درستی کا ہوتا تھا۔

چنانچہ جبوقت تغلق تیمور خاں نبیرہ چنگیز خاں نے علاقہ ماوراالنہر کو فتح کرنے کے عزم سے دریائے خجند کو عبور کیا اور میرے اور امیر حاجی برلاس اور امیر بایزید جلائر کے نام فرمان طلب صادر کیا۔ دونو نامبردہ امیروں نے مجھ سے رائے لی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اپنی سپاہ اور جمعیت کے ساتھ خراسان کو جائیں یا یہ کہ امیر تغلق تیمور خاں سے ملنے جانا بہتر ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ تغلق تیمور خاں کی ملاقات میں فائدے دو ہیں اور نقصان صرف ایک۔ اور خراسان کو جانے میں نقصان تو دو ہیں اور نفع محض ایک۔ ان سرداروں نے میری صلاح نہ مانی اور خراسان

کو روانہ ہو گئے۔ اور میں اس تذبذب میں پڑ گیا کہ خود کیا کروں۔ خراسان کو جاؤں یا تغلق تیمور خاں سے ملنے کو۔ میں نے اس بارہ میں اپنے پیر سے صلاح پوچھی۔ اور انہوں نے میرے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:۔
"خلیفۂ چہارم کرم اللہ وجہہ سے لوگوں نے سوال کیا کہ جس وقت آسمان کمانیں بنجائیں۔ اور زمینیں ان کمانوں کی زہ ہوں۔ حوادث زمانہ تیر بنیں اور انسان ان تیروں کے ہدف ہوں۔ اور تیر انداز ہو خدائے بزرگ و برتر۔ اس وقت بنائے آدمی بھاگ کر کہاں جائیں۔ خلیفہ ممدوح نے جواب دیا۔ آدمیوں کو لازم ہے کہ وہ خدا ہی کے سایۂ عاطفت میں بھاگیں"۔ پس تجھ کو بھی اس وقت یہی لازم ہے کہ تغلق تیمور خاں کے سایۂ مہربانی میں بھاگ جا اور اس کے ہاتھ سے تیر و کمان لے لے"۔ یہ جواب پاتے ہی میں دل مضبوط کر کے تغلق تیمور خاں کے پاس حاضر ہو گیا۔ لیکن جب ہر ایک کام میں جیسا ایک رائے بھی جم جایا کرتی۔ قرآن شریف سے فال لیا کرتا۔ اور جو حکم اسمیں برآمد ہوتا اسی پر عمل کرتا تھا۔ اس لئے جب تغلق تیمور خاں کی ملاقات کے بارہ میں قرآن سے فال کھولی۔ سورہ یوسف برآمد ہوئی اور میں نے قرآن مجید

کے حکم پر عمل کیا۔

تغلق تیمور خاں سے ملاقات کے بارہ میں سب سے پہلے میرے دل نے یہ مشورہ دیا کہ جب تغلق تیمور خاں نے بیگچک حاجی بیگ ارکینت اور انغ تغلق تیمور کرنیت کو جن چند دیگر امیران اور سرداران جتہ کے ساتھ تین فوجوں میں تقسیم کر کے مملکت ماوراء النہر کی تاخت و تاراج پر مامور کیا ہے اور ان تینوں سپہ سالاروں کی فوجیں خزار کے مقام میں آکر خیمہ زن ہو چکی ہیں۔ تو پہلے چلکران سرداروں ہی کو بطمع زر و مال ملک پر حملہ کرنے اور لوٹ مار مچانے سے اس وقت تک کیلئے باز رکھنا مناسب ہے جب تک کہ میں خود تغلق تیمور خاں سے جا کر نہ ملوں۔ میری یہ رائے ٹھیک بیٹھی اور میں نے دیکھا کہ سرداران مذکور مجھ سے مرعوب ہو کر تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ ان کے تنگ دلوں کو جو آنکھوں کی طرح چھوٹے (زاویے) تھے میرا وہ ہدیہ اور نذرانہ جو میں نے انہیں دیا بہت زیادہ معلوم ہوا۔ اور وہ ماوراء النہر کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے سے باز آ گئے اور میں تغلق تیمور خاں کے پاس جا پہونچا۔ اور اس سے ملا۔ تغلق تیمور خاں نے میری ملاقات کو فال نیک خیال کر کے مجھ سے صلاح پوچھی۔ اور میری تمام

رالیوں کو سنکر بیحد پسند کیا۔

اسی اثنا میں تغلق تیمور خاں کو اطلاع ملی کہ اسکی فرستادہ ہر سہ افواج کے سپہ سالاروں نے اہل ماوراء النہر سے کچھ رقم نذرانہ وہدیہ بیکرخُرد بُرد کر لیا ہے۔ تغلق تیمور خاں نے فوراً اس رقم کو ان سے طلب کیا اور ایک تحصیلدار اسکے لانے کو مقرر فرمایا۔ نیز انہیں حکم بھیجا کہ ماوراء النہر کو نہ جائیں اور انہیں معزول بھی کر دیا۔ ان کی جگہ حاجی محمود شاہ لیسوری کو سردار افواج سہ گانہ مقرر کیا۔ تینوں سپہ سالاران مذکور یہ خبر پا کر باغی ہو گئے۔ اور میدان جنگ سے پلٹ کر جتّہ کی طرف چلے۔ راستہ میں انہیں اغلان[1] خواجہ ملگیا جو دیوان بیگی[2] اور مجلس شورائے مملکت کا رئیس تھا۔ باغی سرداروں نے اسکو بھی اپنا شریک حال بنا لیا۔ اسی وقت یہ بھی خبر ملی کہ تغلق تیمور خاں کے ماتحت سرداروں نے دشت قپچاق میں بغاوت برپا کر دی ہے۔ خان سخت پریشان ہوا۔ اور مجھ سے مشورہ لے کر دشت جتّہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماوراء النہر کا ملک مجھ کو دیدیا۔ اور اس کے متعلق فرمان شاہی اور

---

[1] بیٹے کو اغلان کہتے ہیں۔

[2] امیر دیوان۔ وزیر عدالت۔

معاہدہ لکھدیا۔ امیر قراچار نویان کے تومان[۱] کو جو ماوراء النہر سے اسکے لئے مقرر تھا میرے واسطے چھوڑ دیا۔ اور میں ملک ماوراء النہر پر دریائے جیحون کے کنارہ تک حکمراں بن گیا یہ تدبیر ورائے میری سلطنت و دولت کے ابتدا میں ہوئی تھی۔ اور اسی سے مجھ کو تجربہ ہو گیا۔ کہ ایک ہی ٹھیک تدبیر ایک لاکھ سواروں کا کام دیتی ہے۔

میں نے اپنی سلطنت کے آغاز میں دوسری تدبیر ورائے یہ کی کہ جس وقت تغلق تیمور خاں دوبارہ ملک ماوراء النہر پر حملہ کرنے آیا اور اپنا عہد نامہ توڑ کر ماوراء النہر کی حکومت مجھ سے واپس لے لی۔ اور اپنے بیٹے الیاس خواجہ کو حوالہ کی۔ مجھ کو صرف اس کا سپہ سالار اور مشیر کار سلطنت رکھا۔ اور قاجولی[۲] بہادر اور قبل خاں کا عہد نامہ بطور سند کے دکھایا۔ میں نے بھی بزرگوں کے قول و پیمان کی بنا پر سپہ سالاری ہی کو قبول کر لیا۔

تغلق تیمور خاں نے ۷۶۲ھ میں ماوراء النہر پر دوبارہ لشکر کشی کی تھی۔ اس نے مجھ کو طلبی کا خط بھیجا۔ اور میں استقبال کر کے اس سے ملنے گیا

[۱]۔ جاگیر اور وظیفہ۔ [۲]۔ چنگیز خان کے دادا کا نام تھا۔

لیکن تغلق تیمور خان نے عہد شکنی کی۔ ماوراء النہر کی حکومت مجھ سے لیکر اپنے بیٹے الیاس خواجہ کے حوالہ کی۔ اور مجھ کو اسکا سپہ سالار بنا دیا۔ اور جب دیکھا کہ میں اِس برتاؤ سے ناخوش ہوں تو اسوقت میرے دادا کے مورث اعلیٰ قاجولی بہادر اور قبل خاں کے عہد نامہ کو دکھایا۔ یہ عہد نامہ فولاد کی تختی پر کندہ کیا گیا تھا۔ اور اس کا مفہوم یہ تھا کہ خانی (شاہی فرمانروائی) قبل خاں کے بیٹوں اور اولاد کا حق ہوگا۔ اور قاجولی بہادر کی اولاد ان بادشاہوں کی سپہ سالار رہے گی۔ دونوں کی اولاد باہم کوئی مخالفت نہ رکھے گی۔ میں نے اِس عہد نامہ کو دیکھ کر تسلیم خم کر دیا۔ اور بے عذر و حیلہ سپہ سالاری کو منظور کر لیا۔

مگر چونکہ قوم اوزبک نے ملک ماوراء النہر میں بڑی اندھا دھند مچا رکھی تھی۔ اور ظلم و تعدی کو حد سے بڑھا دیا تھا۔ انھوں نے ستر سیّدوں اور سیّد زادوں کو قید میں ڈال رکھا تھا۔ الیاس خواجہ کو سلطنت و فرمانروائی کا دماغ نہ تھا۔ اس سے اوزبکوں کا ظلم اور انکی دست درازیاں رُک نہ سکیں۔ آخر میں نے دباؤ ڈال کر اوزبکوں کو نیچا دکھایا۔ اور مظلوموں کو ان کے ہاتھوں سے رہائی دلوائی۔

الیاس خواجہ کے ماتحت فوجی سردار اور امیران دربار اور اوزبک کے لوگ اس بات سے میرے دشمن ہو گئے۔ اُنہوں نے تغلق تیمور کو لکھا کہ تیمور باغی ہو گیا ہے۔ خان نے اس افترا کو سچ مان لیا۔ اور میرے قتل کا شاہی فرمان صادر کر دیا۔ وہ فرمان خوش قسمتی سے میرے ہی ہاتھ میں پڑا۔ اور میں نے دیکھا کہ اب جان کی خیر نہیں۔ گردن ماری جائیگی۔ اسکا چارہ کرنا چاہیئے۔ بس یہ تدبیر کی الوس برلاس کے جوانوں کو اپنے پاس جمع کر کے انہیں اپنے ساتھ متفق بنانے کی کوشش کی۔ ان لوگوں میں سے جس شخص نے سب سے پہلے میری متابعت کیلئے ہاتھ بڑھایا اسکا نام ایکو تیمور ہے۔ دوسرا امیر جاکو برلاس تھا۔ اور دوسرے بہادروں نے بجان و دل میری ماتحتی اور جان نثاری منظور کی۔

ماوراء النہر کے باشندے میرے ارادہ سے خبردار ہوئے۔ اور انہیں معلوم ہوا کہ اس (میں) نے اوزبکوں پر حملہ کرنے اور انہیں پامال بنانے کا قصد کیا ہے۔ تو چونکہ ان کے دل بھی ظالم اوزبکوں کے گروہ سے برگشتہ تھے۔ تمام بڑے اور چھوٹے باشندگان ماوراء النہر میرے ہم خیال و ہمدم ہو گئے۔ اور علماء و مشائخ نے گروہ اوزبکیہ کو ملک سے دور دفع

کرنے کا فتویٰ لکھدیا۔ اور چند قبایل اور فوجوں کے سردار بھی اس
بارہ میں متفق الرائے بن گئے علمأ و مشائخ کے فتویٰ اور اہل ماوراالنہر
کے عہدنامہ کو ایک کاغذ پر اس طور سے لکھا گیا کہ :۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی صورت و سیرت
کے مطابق اہل اسلام سپاہ و رعیت اور علمار و مشائخ نے ہم کو معزز و
صاحب کرم دیکھ کر سلطنت کے لقب "قطب السلطنۃ امیر تیمور ایدہ اللہ"
سے ملقب کیا ہے۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ مال و جان سے گروہ اوزبکیہ
کو رفع دفع اور قلع قمع کرنے میں جس نے مسلمانوں کے نام و ناموس و
آبرو اور مال و جان پر دست ظلم و تعدی دراز کر رکھا ہے۔ کوشش
کریں گے۔ اور اپنے قول و پیمان میں سچے رہیں گے۔ اگر ہم اس قول و
اقرار کے خلاف کریں تو خدا کی مدد و قوت سے نکل کر شیطان کے بندے
ہوں گے۔

یہ فتویٰ اور معاہدہ میرے پیش کیا گیا۔ اور میں نے اسکو دیکھتے
ہی چاہا کہ جنگ و پیکار کا نشان بلند کرکے اوزبکوں پر فوج کشی کروں
اور مظلوموں کا حق اور بدلہ ظالموں سے لوں لیکن چند کمینہ خصلت

آدمیوں نے راز کو فاش کردیا اور اس بات کا موقعہ نہ رہنے دیا کہ اچانک دشمن پر تاخت لائی جائے۔ میں نے دوبارہ اپنے دل میں سوچا کہ اگر سمرقند ہی میں رہ کر اوزبکوں سے جنگ چھیڑ دوں تو ایسا نہ ہو کہ ماوراءالنہر کے باشندے مدد میں کوتاہی کریں۔ پس یہ رائے قرار دی اور اس بات کو مناسب سمجھا کہ شہر سمرقند سے باہر نکل کر پہاڑی علاقہ میں ڈیرہ ڈالوں تاکہ جو میرا ساتھ دینے کو ... اگر مجھ سے ملے۔ اور جب جمعیت بہم کر کے اوزبکوں سے میدان کارزار گرم کروں۔ چنانچہ جس وقت میں شہر سمرقند سے باہر نکلا ساٹھ سواروں سے بڑھ کر اور کوئی میرے ساتھ نہ آیا اور میں نے جان لیا کہ میری رائے غلط نہ تھی۔

میں ایک ہفتہ تک پہاڑ میں پڑا رہا۔ کوئی بھی ادھر نہ آیا۔ آخر اپنے دل میں ٹھان لی کہ بدخشاں کو چل کر وہاں کے حکمرانوں کو اپنا شریک بناؤں۔ سوار ہو کر روانہ ہوا۔ امیر کلال رح کے پاس پہنچا۔ انہوں نے مجھ کو رائے دی کہ خوارزم جاؤ تو اچھا ہوگا۔ میں نے ان کو سمرقند کی ایک سال کی آمدنی نذر کرنے کا وعدہ کیا۔ اور کہا کہ مجھے اوزبکوں پر فتح ہوگی تو یہ رقم آپکے نذر کیجائے گی۔ انہوں نے فاتحہ فتح و ظفر پڑھکر

مجھے رخصت کر دیا۔

امیر کلاں کے پاس سے رخصت ہونے کے بعد بھی کل ساٹھ ہی سوار میرے ہمرکاب تھے۔ میری خوارزم میں آمد کی خبر الیاس خواجہ کو مل چکی تھی۔ اسی نے شہر خیوق کے حاکم تکل بہادر کو لکھا کہ مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر ڈالے اور تکل بہادر ایک ہزار مردوں کی جمعیت سے مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میرے پاس کُل وہی ساٹھ سوار تھے۔ اور راستہ میں میرا سالا امیر حسین مجھ سے آکر مل گیا تھا۔ ہم دونوں نے اپنی ہمراہی سواروں کے ساتھ معاند کے کثیر لشکر کا مقابلہ کیا۔ اور لڑائی آغاز کر دی اور اس درجہ دلیری اور سرفروشی سے لڑا کہ دشمن کے ہزار سواروں میں سے کُل پچاس زندہ باقی رہے اور میرے ساٹھ سواروں میں سے صرف دس بچے تھے۔ مگر اتفاقاً فتح میری ہوئی تھی۔ اور دشمن بھاگ کر بچ گیا تھا۔

الیاس خواجہ اور امیران جتہ کو میری ظفر مندی کی خبر ملی۔ تو وہ کہنے لگے کہ تیمور عجیب باقبال اور تائید ایزدی سے بہرہ یافتہ ہے اور میں نے اس فتح کو اپنے لئے نیک شگون تصور کیا۔ ازبکوں کی آنکھیں مجھ سے جھپک گئیں۔ اور وہ بڑے مخالف ہو گئے۔

پھر میں نے اپنی سلطنت کی اصلاح میں تیسری تدبیر حسب ذیل کی:-

تکل بہادر کی جنگ میں میری سلطنت و دولت کی بنیاد درہم برہم ہو گئی تھی۔ اور صرف دس آدمی میرے پاس تھے۔ کہ ان میں سے بھی سات سوار اور تین پیدل تھے اور کوئی میرا رفیق و معین نہ تھا۔ امیر حسین کی بہن جو میری معزز بیگم تھی میں اسکو خود اپنے گھوڑے پر سوار کئے تھا اور خوارزم کے بیابان میں مارا مارا پھرتا تھا۔ ایک رات کو ایک کنوئیں پر مقام کیا تو تین پیدل خراسانی بیوفا جو میرے ساتھ تھے تین گھوڑے لیکر بھاگ گئے۔ اور اب یہ وقت ہوئی کہ سات آدمیوں میں کل چار گھوڑے رہ گئے۔ میری حالت کمال ابتر تھی۔ اور پریشانی حد سے بڑھی ہوئی۔ مگر دل قوی تھا اور میں بدحواسی کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ اس کنوئیں کے پاس سے آگے چلا۔ راستہ میں علی بیگ رہزن نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور گرفتار کر کے لے گیا۔ اس نے مجھ کو ایک مکان میں جس کے اندر پسو بھرے تھے قید کر دیا۔ اور بہت سے نگہبان مقرر کئے کہ مجھے حراست میں رکھیں۔ ۶۲ دن تک میں اسکے یہاں قید رہا آخر اپنے دل میں ٹھانی اور خدا کی مدد شامل ہوئی۔ دلیری و جانبازی کر کے

نگہبانوں ہی میں سے ایک کی تلوار چھینی اور ان پر حملہ کر کے اِن کو
بھگا دیا۔ میں زنداں سے نکلکر علی بیگ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور وہ اپنے
ناشائستہ فعل سے کہ مجھہ کو قید کیا تھا شرمندہ و نادم ہو کر معافی کا طالب
ہوا۔ میرے گھوڑے اور اسلحہ کو لا کر حاضر کیا اور ایک مریل سا گھوڑا معہ
ایک کمزور اونٹ کے اپنی طرف سے نذر کیا۔ اِس کے بھائی محمد بیگ نے جو تحفہ
مجھے بھیجا تھا اُس میں سے طمع کر کے کچھ خود رکھ لیا۔ اور باقی مجھہ کو دے کر
رخصت کیا۔ میں پھر خوارزم کے جنگل کی طرف چلا۔ بارہ سوار میرے پاس
جمع ہو گئے تھے۔ وہی ساتھہ تھے۔ دو دن بعد ایک گاؤں میں پہنچا۔ اور
ایک گھر میں اُترا۔ اس بستی میں ترکمانوں کی ایک جماعت رہتی تھی وہ
لوٹ لینے کے ارادہ سے مجھپر حملہ آور ہوئے۔ میں نے امیر حسین کی بہن
کو گھر میں بحفاظت بٹھا دیا۔ اور خود نکلکر [illegible] مقابلہ کیا۔ اسی حالت
میں ترکمانوں میں سے ایک شخص حاجی محمد نامی مجھے پہچان گیا اور شور مچایا
کہ یہ تو امیر تیمور ہے۔ لوگو! اس سے نہ لڑنا۔ پھر میرے سامنے آکر سر اطاعت
جھکا دیا۔ میں نے اسکی دلدہی کی۔ اور اپنا رومال اس کے سر پر ڈال دیا۔ وہ
معہ اپنے بھائیوں کے آکر میری خدمت میں ملازم ہو گیا۔

چوتھی تدبیر و دانشمندی جو میں نے اپنی سلطنت کے اوائل میں کی حسب ذیل ہے:۔

میرے پاس اب پھر ساٹھ سوار جمع ہو گئے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں اسی گاؤں میں رہ پڑوں جہاں اب پہنچا ہوں تو ایسا نہ ہو کہ اسی گاؤں کے باشندے مجھ کو ستانے اور آزار دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ اور اوزبکوں کو میری خبر پہنچا دیں۔ اپنی بہتری اسی میں نظر آئی کہ اس بستی بلکہ آبادی سے دور کسی جنگل میں ٹھہروں اور اس وقت تک پڑا رہوں جب تک کہ سلطنت کی قوت بازو یعنی فوج میرے پاس اکٹھی ہو جائے چنانچہ میں اس گاؤں سے خراسان کیطرف چلا گیا۔

راستہ میں ماخان، کا حاکم مبارک شاہ سنجری ایک سو سواروں سمیت میرے پاس آیا۔ اور عمدہ عمدہ گھوڑے نذر دئیے۔ سادات اور اہل ملک کی ایک جماعت اور بھی مجھ سے آملی۔ اور اس صحرا میں دو سو سواروں اور پیدلوں کے قریب جمعیت میرے پاس جمع ہو گئی۔ اور میری رفیق بنی۔ اسوقت مبارک شاہ۔ سید حسین اور سید ضیاء الدین نے مجھ سے عرض کیا کہ اب تو اس جنگل میں ٹھیرے رہنا پریشانی کا موجب ہے کسی اور جانب چلنا اور

رہنے سہنے کے لئے کسی ملک یا صوبہ کا مسخر کرنا ضروری ہے میں نے اپنے
دل میں غور کیا۔ اور ان کو جواب دیا کہ میرے دل میں تو یہ بات آئی ہے
کہ ہم سمرقند کی جانب چلیں۔ تم لوگوں کو شہر بخارا کے آس پاس کے مواضع
میں پھیلا دوں گا۔ اور میں خود سمرقند کے اطراف میں جا کر وہاں کے قبایل
اور جرگوں میں داخل اور ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش میں مصروف
ہوں گا۔ پھر اس طرح کچھہ فوج جمع کر کے تمام کو بلوالوں اور جتّہ کے
لشکر اور الیاس خواجہ سے لڑائی چھیڑ دوں۔ تا آنکہ ما وراء النہر کے ملک
کو تسخیر کر لوں"۔ ان لوگوں نے میری اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور اسی
ارادہ پر فاتحۂ خیر پڑھ کر ہم روانہ ہو گئے میں نے ان دو سو آدمیوں کو
بخارا کے اطراف میں منتشر کر دیا۔ اور الجائے ترکان آغا امیر حسین
کی بہن کو بھی وہیں پوشیدہ طور پر چھوڑ کر خود سمرقند کا راستہ لیا۔ راستہ
ہی میں تمنوک فوچین پندرہ سواروں کے ساتھ آکر میرے ساتھ مل گیا۔
اور میں نے اس سے اپنا راز بیان کر کے اس کو مبارک شاہ کے پاس بھیج دیا
زاں بعد خود قبایل اور جرگوں میں جا کر دو ہزار آدمیوں کے قریب اپنے
ساتھ متفق بنائے۔ اور ان سے قول و اقرار لے لیا۔ کہ جیسے ہی میں

سمرقند میں اپنی حکمرانی کا اعلان کروں یہ لوگ میرے پاس پہنچ جائیں۔

رات کو پوشیدہ طور پر شہر سمرقند میں داخل ہوا۔ اور اپنی بڑی بہن قتلغ ترکان آغائے کے گھر میں جا اترا۔ ۴۸ دن یونہیں چھپا چھپا بیٹھا رہا۔ اور رات دن اپنے مقصد کو کرسی نشین کرنیکی فکریں اور تدبیریں کیا کرتا تھا۔ تا آنکہ بعض شہر والوں کو میرے آنے کی خبر ملگئی۔ اور قریب تھا کہ میرا راز فاش ہو جائے۔ اس لئے مجبوراً اون پچاس سواروں سمیت جو شہر میں میرے ساتھ تھے سمرقند سے نکلکر خوارزم چلا میرے ساتھ پیادوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ راستہ میں ترکمانوں کے گلہ اسپاں میں چند گھوڑے لیکر اپنے پیدل ساتھیوں کو بھی سوار کیا۔ اور دریائے آموے کے کنارہ پر اجیغی نامی ایک موضع میں آکر پست و بلند دشوار گذار زمین میں قیام کیا۔ اسی جگہ میرے اہل حرم مبارک شاہ اور حسین مع اس جماعت کے جسکو میں نے اطراف بخارا میں چھوڑا تھا مجھ سے آملے۔ اور تیمور خواجہ اغلان اور بہرام جلائر نے اپنی فوجوں سمیت آکر ملازمت کی۔ اب ایک ہزار سوار کے قریب میرے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اور یہاں سے میں اپنے دل میں ٹھان کر بلخ اور قندہار کی سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اس ملک کو فتح و تسخیر کر لیا۔

پانچویں تدبیر اپنے ایام خروج میں یہ کی کہ

ملک باختر اور قندھار کی سرزمین کیطرف روانہ ہونے کے وقت دریائے

ہرمن کے کنارہ پر پہنچ کر اترا۔ اور اپنے لئے ایک عارضی رہائش گاہ تیار کی۔

اور چند روز فوج کو آسائش اور ترتیب دینے کے [illegible] وہاں قیام [illegible] توقف کیا

اس وقت میں ملک گرم سیر کی توجہیں اور رعایا میری طرف رجوع ہوئیں۔

اور ترک تاجیک قوموں کے ایکہزار سوار کے قریب میرے پاس جمع ہوئے۔ اور گرم سیر

کا ملک میرے قبضہ میں آگیا۔ میں نے اسوقت سیستان کے ملک پر حملہ کرنے کا

ارادہ کیا۔ والئی سیستان کو اسبات کی خبر پہنچی [illegible] تو اس نے تحفہ [illegible] روانہ کیے اور

مجھ سے مدد مانگی۔ کہ دشمنوں کی ایک جماعت مجھ پر ظلم کرکے میرے ملک بمع

سات قلعوں کے قابض ہوگئی ہے۔ اگر دشمنوں کو میرے ملک سے روک دیں

تو چھ ماہ کے قابل آپکی سپاہ کے اخراجات ادا کئے جائیں گے۔

مجھے اسی میں بہتری نظر آئی۔ کہ سیستان پر لشکر کشی کروں اور

وہاں کے حاکم کے دشمنوں سے سات قلعے چھین کر [illegible] اپنے تصرف

میں لے آؤں۔ چنانچہ پانچ قلعے بزور شمشیر و قوت بازو فتح کر لئے لیکن

حاکم سیستان کے دل میں خوف سما گیا۔ اور اس نے اپنے پہلے دشمنوں سے

میل کر کے اہم اسے قرار پائی کہ آیا امیر تیمور اس ملک میں رہ پڑا تو سیستان
ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگا اسلئے انہوں نے تمام ملک سیستان کی سپاہ و رعایا کو
جمع کر کے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ حاکم سیستان اپنے قول سے پھر گیا ہے تو
مجبور ہو کر اسکے خارجیت کو منقطع کر دیا۔ اور اس سے جنگ شروع کی۔ اثنا
کارزار میں ایک تیر میرے بازو پر اور دوسرا میرے پیر میں لگا۔ زخم کاری
تھے لیکن آخر کار میں ہی فتح پائی۔ اور چونکہ اس ملک کی آب و ہوا
میرے ملک کے موافق نہ تھی۔ اسلئے میں پھر گرم سیر ملک میں واپس آگیا۔ اور
وہاں دو ماہ تک مقیم رہا۔ اس عرصہ میں میرے زخم بھی اچھے ہوگئے۔

اپنے خروج کے وقت میں نے چھٹی قرارداد اور عزیمت قلبی یہ کی
تھی۔ کہ :-

جس وقت ملک گرم سیر میرے تسلط اور قبضہ میں آگیا اور میرے زخم بھی
اچھے ہو گئے میرے دل میں یہ رائے آئی کہ اب اپنی رہائش کوہستان
بلخ میں قرار دوں۔ اور وہاں فوج و لشکر جمع کر کے ملک ما وراء النہر کو فتح
کرنے جاؤں۔ اس رائے پر پختہ ہو کے میں سوار ہوا۔ اور کل چالیس سوار میرے
ساتھ تھے۔ لیکن یہ سب کے سب اصیل اور اصیل زادے اور امیر زادے

ہی تھے۔ میں خدائے برتر کا شکر گذار تھا کہ ایسی پریشانی کے حال میں بھی اس قسم کے بے سان و سامان مگر اصیل آدمیوں نے آکر میرا ساتھ دیا ہے۔ اور میری اطاعت قبول کی ہی۔ اور میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ اللہ تعالےٰ بڑا ہی کارساز ہی جو اس نے اسطرح کے ہم چشم اور برابر والے آدمی میرا تحت وزیر فرمان کر دئے ہیں۔

میں کوہستان بلخ کو گیا۔ اور راستہ میں صدیق برلاس جو یلدرین قراچار نویان کی اولاد میں سے تھا۔ اور وہ میری تلاش میں مارا پھرا کرتا تھا۔ پندرہ سواروں کے ساتھ آکر مجھ سے ملا۔ میں نے اسکے آنے کو نیک فال خیال کیا۔ ان دنوں ہم لوگ محض شکار کے گوشت پر گذر اوقات کرتے تھے۔ اور آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ اثناء راہ میں دیکھا کہ ایک بلند پشتہ پر ایک فوج جمی ہے اور وہ دم دم بڑھتی جاتی ہے۔ میں نے قراولوں کو بھیجا کہ جاکر خبر لائیں۔ قراول لوگ اس جماعت کے پاس گئے اور پلٹ کر یہ خبر لائے کہ امیر کا پرانا نوکر قرانچی بہادر ہے۔ جو کہ جتہ کے لشکر سے ایک سو سواروں کے ساتھ جدا ہو کر امیر کی (میری) تلاش میں مارا مارا پھرتا ہی۔ اور یہ سنکر میں نے خدا تعالیٰ کا سجدہ شکر کیا۔ اور قرانچی کے حاضر لائے جانے کا حکم دیا۔ وہ آیا اور میرے سامنے

آداب کے ساتھ زانو ٹیک کر شرط خدمت بجا لایا۔ پھر میرے پیر کو بوسہ دیا اور میں نے اسکی دلدہی کر کے اپنی مندیل اسکے سر پر رکھدی۔ اور درہ ارصف کی طرف روانہ کیا۔

درہ ارصف میں پہنچ کر میں اتر پڑا۔ اور رات درہ سے باہر بسر کی۔ دوسرے دن پھر سوار ہوا۔ اور کیمپ قائم کرنے کے لئے کسی مناسب مقام کی تجویز میں تھا کہ درہ کے وسط میں ایک بلند جگہ نہایت عمدہ ہوادار اور صحت بخش نظر آئی میں نے اس بلندی پر قیام کیا۔ اور میرے ساتھی اہل لشکر پشتے کے گردو پیش ڈیرے ڈال کر اتر پڑے میں نے اس رات کو کہ جمعہ کی رات تھی شب بیداری کی۔ اور صبح کے نکلتے ہی نماز میں مشغول ہو گیا۔ نماز پڑھنے کے بعد دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ دعا کے دوران میں مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور میں نے خدائے برتر سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس سرگردانی سے فرصت عطا کرے میں ابھی دعا سے فارغ نہیں ہو چکا تھا کہ دور سے ایک فوج نمودار ہوئی اور معلوم ہوا کہ جس پشتہ پر میں ٹھیرا ہوں اسکے برابر ہو کر جا رہی ہے۔ میں سوار ہو کر اس فوج کی پشت کیجانب سے آیا تاکہ ان کا حال معلوم کر سکوں۔ اور دیکھوں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ وہ کل ستر سوار تھے۔ میں نے ان سے دریافت

کیا بہادرو! تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا "ہم امیر تیمور کے نوکر ہیں
اور اسکی تلاش میں خاک بسر ہو رہے ہیں۔ مگر ابتک اسے کہیں نہیں پایا ہے"
میں نے ان سے کہا میں بھی امیر ہی کا ایک نوکر ہوں۔ کیا ہو کہ تمہیں راستہ بتا کر
امیر کے پاس پہنچا دوں"۔ میری یہ بات سنکر ان میں سے ایک آدمی اپنا گھوڑا
دوڑا کے چلا گیا۔ اور سرداروں کو خبر دی کہ ہم نے ایک رہنما پا لیا ہے جو ہمیں
امیر تیمور کے پاس پہنچا دیگا۔ سرداروں نے اپنے گھوڑے روک لئے۔ اور مجھے
پیش کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ تین دستوں میں منقسم تھے۔ ایک دستہ کا
سردار تغلق خواجہ برلاس تھا۔ دوسرے دستہ کا امیر سیف الدین اور تیسرا دستہ
توبک بہادر کے ماتحت تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تینوں سردار گھوڑوں سے اتر پڑے
اور سامنے آکر شرط خدمت بجالائے۔ میری رکاب کو چوما۔ میں بھی اپنے
گھوڑے سے اترا۔ ہر ایک سے بغلگیر ہوا۔ اپنی مندیل تغلق خواجہ کے
سر پر رکھی۔ اپنا کمربند کہ بہت پرکار اور زربفت تھا۔ امیر سیف الدین
کی کمر سے باندھ دیا۔ اور اپنا لباس توبک بہادر کو پہنایا۔ وہ رونے لگے
اور مجھے بھی رقت آگئی۔ نماز کا وقت آپہنچا تھا۔ ہم سب نے جماعت کے
ساتھ نماز ادا کی۔ اور پھر سوار ہو کر کیمپ میں آکر مقیم ہوئے۔ میں نے

دربار کیا۔ اور رفقاء کو دعوت دی۔ اسکے دوسرے دن شیر بہرام بھی کہ وہ بچپن
ہی میں مجھ سے الگ ہو گیا۔ اور بدخشان کے ملک کو چلا گیا تھا دل میں ارادہ
کر کیا تھا آگیا۔ اور میری خدمت میں حاضر ہو کر غیر حاضری کا عذر کیا۔ قصور کی
معافی چاہی۔ میں نے اسکو گلے لگایا۔ اور اسکی معذرت قبول کر کے اسپر اتنی
مہربانی کی کہ وہ شرمندگی سے چھوٹ گیا۔ اور اپنے خروج[1] کے ایام میں سپاہ تو یہ
تدبیر اور دوراندیشی سے مدد کی۔

میں نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور دیکھا کہ اب کل تین سو تیرہ سوار
ہو گئے ہیں میں نے دل میں ارادہ کیا کہ کسی قلعہ کو فتح کر کے اپنی رہائش کا مقام
قرار دوں۔ اور یہ عزم کیا کہ پہلے آلاجق کا قلعہ جسپر الیاس خواجہ کیطرف
سے منگلی بوغا سلدوز حافظ و حاکم مامور ہے۔ فتح و تسخیر کروں۔ اور اسی
کو اپنے اسباب سامان کے محفوظ رکھنے کا مقام قرار دوں۔ چنانچہ اس
ارادہ سے آلاجق کے قلعہ کو روانہ ہوا۔ شیر بہرام کی منگلی بوغا سے پرانی
دوستی تھی۔ اس لئے مجھ سے خواہش کی کہ اجازت ہو تو پہلے خود جا کر اسکو
امیر کا مطیع بنا دوں۔ مگر جب وہ قلعہ کے پاس پہنچا تو وہاں سے یہ

[1] عزم ملک گیری اور حصول تاج و تخت کیلئے نکلنے سے مراد ہے۔ (مترجم)

پیغام بھیجا۔ کہ منگلی بوغا کہتا ہے کہ قلعہ الیاس خواجہ نے مجھ کو سپرد کیا
ہے۔ اسلئے مرضی اور صرف سے دوپہر میں امیر تیمور کا مطیع بن کر قلعہ
اسکے حوالہ کردوں۔ منگلی بوغا نے قلعہ کو حوالہ کرنے میں اہمال کیا مگر
اتنا پھر بھی ہو گیا۔ کہ میرے اس طرف آنے کی خبر سے اسکے دل میں اندیشہ
سما گیا۔ اور وہ قلعہ کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اسکے ساتھ قلعہ میں تین سو
آدمی دولان جاون کی قوم کے ایسے تھے کہ وہ میرے پہلے نوکر رہ
چکے تھے۔ یہ منگلی بوغا سے منقطع ہو کر میرے ساتھ آملے۔

اسکے بعد میں ورصوف کے شہر میں پہنچا۔ اور [illegible] یوسف
بہادر کا بیٹا [illegible] جو بلخ کے اطراف میں لوٹ مار کیلئے آیا تھا میرے آنے
کی خبر سن کر دو سو سواروں کے ساتھ آیا اور میرا ملازم ہو گیا۔ میں نے اس کو
اطمینان دلا کر اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اور پھر اسی مقام سے [illegible]
تین سواروں کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ دریائے ترمذ سے عبور کرکے جتہ
کے لشکر کی خبر لائے۔ اور [illegible] دریافت حاصل
کرے۔ [illegible] نے چار دن بعد واپس آکر خبر دی کہ جتہ کا لشکر ترمذ کے
علاقہ میں آکر لوٹ مار کر رہا ہے۔ میں یہ خبر پاتے ہی درہ گز کی طرف

کوچ کر دیا۔ اور مصلحت اسی میں خیال کی کہ درہ کز میں جا کر قیام کروں۔ اور پھر وہاں سے قابو اور موقعہ پا کر جتّہ کے لشکر پر اچانک حملے کرتا رہوں میں درہ کز میں داخل ہو گیا اور دریا جیحون کے کنارہ پر ایلچی بوغا کے میدان میں کمپ لگا دیا۔ الیاس خواجہ کو میرے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ اور اس نے سُنا کہ میں درہ کز میں پہنچ گیا ہوں۔ تو اس نے اپنی فوجیں مجھ پر حملے کے لئے مقرر کیں۔

اسوقت مجھ کو یہ اطلاع ملی کہ امیر سلیمان برلاس۔ امیر موسیٰ اور امیر جاکو برلاس۔ امیر جلال الدین اور امیر عبد دکہ برلاس جو کہ جتّہ کے لشکر میں سردار تھے اپنی فوجوں کے ساتھ سپہ سالاران جتّہ سے باغی ہو کر پرانے ترمذ میں آ گئے ہیں۔ اُنہوں نے تولان بوغا کو میرے پاس بھیجا۔ وہ آیا اور ان کے آنے کی خبر مجھ کو دی۔ کہ عنقریب سرداران نامبردہ ایک ہزار سوار کی ہمیت حاضر خدمت ہو جائیں گے میں نے ان لوگوں کے آنے کو پنچرنے مُبارک شگون تصوّر کیا۔ اور اُنہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ رات کے وقت جتّہ کے لشکر پر اچانک حملہ کرنا چاہیئے۔ مگر جب میں اس ارادہ سے سوار ہو کر روانہ ہوا۔ تو خبر ملی کہ جتّہ کا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اور قریب

آگیا ہے میں نے بھی اپنی فوجوں کو مرتب کر کے ان کے مقابلہ میں جما دیا۔ اور
منتظر ہو بیٹھا۔ میرے لشکر اور جتّہ کے لشکر کے مابین دریا حائل تھا۔ اور مجھ
مصلحت یہی نظر آئی۔ دشمنوں کو باتوں میں پھنسا کر ان کی جلن کی آگ
تدبیر کے پانی سے بجھا دوں۔ اور انہیں اپنے موافق بنا لوں۔ میں نے لشکر جتّہ
کے سپہ سالار امیر ابو سعید سے بات چیت شروع کی۔ اس نے میری تمام باتوں کو
مان لیا لیکن دوسرے سردار اس سے اختلاف رائے کر کے لڑائی پر تیار ہو گئے
تھے۔ میری غیرت کی آگ بھی بھڑک اٹھی۔ اور میں نے اپنی فوجوں کو جنگ
کے لئے مرتب کر لیا۔

لشکر جتّہ کو شکست دینے کے بارہ میں یہ تجویز کی اور یہ میری آٹھویں تجویز
اور رائے تھی:۔

میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں جتّہ کے لشکر سے معرکہ آرا ہوں تو ایسا
نہ ہو کہ یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور میرے لشکر کو کوئی صدمہ پہنچے لیکن
اس حالت میں غیرت میرے دامنگیر ہوئی۔ اور اس نے کہا جب تو نے
سلطنت کے [illegible] سے خروج کیا ہے تو سلطنت کی شان اور اس کے
[illegible] جائے۔ پھر [illegible] پائے گا

اور دشمنوں پر غالب آئیگا۔ اور یا مارا جائے گا۔ دلمیں اس عزم کو پختہ کر کے میں نے دیکھا کہ دشمن کی جمعیت تین فوجوں میں منقسم ہو کر آمادہ جنگ ہوئی ہے میں نے اپنے لشکر کے سات حصے بنا دئے۔ اور تجویز کی کہ اپنی ساتوں فوجوں کو باری باری دشمن پر حملہ کرنے کی اجازت دوں گا۔ جنگ و پیکار کی آگ روشن ہوئی۔ اور اسکے شعلے اٹھنے لگے۔ تو میں نے حکم دیا۔ ہراول کی فوجیں کمان سنبھال کر دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کریں۔ اور بقاعدہ فوجی دستوں کو غیر منتظم حملہ کا اشارہ دیکر خود اپنی سپاہ کے بازوئے چپ اور بازوئے راست کے ساتھ حملہ کیا۔ اور پہلے اور دوسرے ہی حملوں میں امیر ابو سعید کی فوج کو جو کہ لشکر جتہ کا سپہ سالار اعظم تھا ہزیمت دیدی۔

اسی حالت جنگ میں حیدر اندخوئی اور منگلی بوغا میدان میں نکلے اور مبارز طلبی کرنے کے ارادہ سے میرے سامنے آئے۔ اور میں نے خود ان کا مقابلہ کر کے پہلے ہی حملہ میں انہیں منتشر بنا دیا۔ اور جتہ کے تمام لشکر کو درہم برہم کر کے تتر بتر کر دیا۔

نویں تجویز اپنی سلطنت قایم کرنے کے بارہ میں یوں کی کہ:-

جس وقت امیران جتہ کے لشکر پر فتح پا چکا اور میرے سلطنت

حاصل کرنے کے دعوی سے خروج کرنے کی خبر توران کے ملک میں مشہور ہو گئی۔ اسوقت میں دلمیں ٹھان لیا کہ انصاف و سخاوت کے ساتھہ حکمرانی کروں گا۔ ا۔ اپنی سلطنت کو پائدار و مستحکم بنانے کے متعلق یہی بات سمجھ میں آئی کہ جو خزانہ میں نے جمع کیا ہے۔ نقد تھا یا جنس اس سب کو فوج پر تقسیم کردوں اور سب سے پہلے قہلقہ کے قلعہ کو تسخیر کروں۔

جب اپنے لشکر کو تنخواہ اور انعام وغیرہ دیکر از سر نو ترتیب کیا اور دریائے جیحون کے کنارہ پر پہنچا۔ ترمذ کے گھاٹ سے دریا کو اترکر قلعہ قہلقہ کی طرف قراول روانہ کئے۔ اور خود جیحون کے دوسرے کنارہ پر چند روز قیام کرکے اسی انتظار میں رہا۔ کہ دیکھوں جاسوس کیا خبر لے کر آتے ہیں۔

ادھر جبوقت الیاس خواجہ کو میری خبر ملی اُس نے بیکچک کے بھائی الچون بہادر کو زبردست فوجوں کے ساتھ مجھ پر متعین کیا۔ میرے مخبر غافل ہوکر سو گئے تھے۔ الچون بہادر کی فوج اُن کے پاس سے آگے بڑھ کر رات کو میرے لشکر پر آ پڑی اور شبخون کیا۔ میں جس سرزمین میں اُترا ہوا تھا وہ جزیرہ نما تھا۔ اس کے تین طرف پانی تھا۔ اور صرف ایک جانب خشکی۔ اس جزیرہ کے باہر جو چند خیمے تھے۔ دشمن کے لشکر نے ان کو لوٹ لیا۔ اور

ان خیموں میں کے آدمی نکلکر جزیرہ میں چلے آئے میں فوراً لڑنے کیواسطے تیار
ہوکر جزیرہ کے کنارہ پر جم گیا۔ اور چونکہ دشمن کی آنکھ خوف زدہ ہوچکی تھی۔
اس نے لڑائی کی ابتدار اور جُرات نہ کی۔ میں دس دن تک اسی جزیرہ میں رہا
اور اسکے بعد جزیرہ سی نکلکر دریا کے کنارے کپڑے کی پالیں لگاکر ایک ماہ تک
دشمن کے لشکر کے سامنے خیمہ زن رہا آخرکار دشمن (یعنی افواج جتّہ) خوف
زدہ ہوکر واپس چلا گیا۔ تب مینے دریائے جیحون عبور کرکے اُن کے کمپ کے مقام
پر اپنا معسکر قایم کر دیا۔ اور ایک فوج دشمنوں کے تعاقب میں روانہ کی۔
دسویں تجویز اپنی سلطنت کے استحکام کے بارہ میں حسب ذیل کی:۔
جب جتّہ کے لشکر کو مینے شکست دیدی تو اپنے معاملہ کی خوبی اور
بہتری اسی میں معلوم ہوئی کہ اب جاکر بدخشاں کے ملک کو فتح اور اپنے
امور سلطنت کو جاری کروں۔ میں دریا کے کنارہ سی کوچ کرکے موضع خلم
میں اُترا۔ امیر حسین امیر قزغن کا پوتا جس کی بہن میرے حرم میں تھی میرے
پاس آیا۔ ہم دونوں باہم ملے اور خوب دعوتیں کیں۔ اب مصلحت اس
بات میں نظر آئی کہ ہم بدخشاں کو جائیں جس وقت میں مقام قندز
میں پہنچا۔ اس جگہہ قیام کیا۔ اور اسوقت تک ٹہیرا رہا کہ اہل بورلدای کے

سردار جمع ہو کر مجھ سے آملے۔ میں نے ان میں سے ہر ایک کی دلجوئی کی۔ اور ان کو خلعت عطا کئے۔

بدخشاں کے بادشاہوں کو میرے لشکر آراستہ کرنے کی خبر پہنچی تو وہ لڑنے پر تیار ہو گئے۔ مجھ کو اس موقعہ پر یہ رائے سوجھی کہ پیشبندی کر کے جبتک وہ لوگ لشکر فراہم کریں میں پہلے ہی ان کو ہزیمت دیدوں۔ اور میں تیز تیز چلکر طالقان پہنچ گیا۔ بدخشاں کے بادشاہوں کو معلوم ہوا کہ میں طالقان میں آگیا ہوں۔ وہ سراسیمہ ہو کر صلح خواہی اور امن پسندی کی راہ سے میری خدمت میں حاضر اور میرے مطیع بن گئے۔ اپنی تجویز سے خوش ہو کر میں نے دیکھا کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ اب بدخشاں میں میری سلطنت رواج پا گئی۔ اور بدخشاں کی سپاہ کے بہت سے آدمیوں نے آکر میری ملازمت اختیار کر لی۔

اپنی سلطنت کو پھیلانے کی گیارہویں تجویز میں نے یہ کی :۔

جس وقت بدخشاں کے بادشاہ میرے مطیع ہو گئے۔ میں اس ملک سے ختلان کیطرف روانہ ہوا۔ اور مملکت ختلان داخلہ کے بعد میرے سرداروں میں سے دو شخص پولاد بوغا اور شیر بہرام۔ امیر حسین کی بدسلوکی

کے باعث مجھ سے جدا ہوکر اپنے قبیلہ میں واپس چلے گئے. میں نے آگے بڑھ کر صحرائے کولک کے مقام حلکاے میں کیمپ قائم کیا۔ اور لشکر جتہ اور الیاس خواجہ کی خبریں منگانے کیواسطے جاسوس مقرر کئے۔

جاسوس دس دن بعد یہ خبر لائے کہ جتہ کے امیروں میں اوّل کوچ تیمور بیکچک کا بیٹا ہے۔ اور دوم تیمور تو بکان اور ساریق بہادر اور تنکوم اور تغلق خواجہ حاجی بیگ کا بھائی۔ چار سردار ہیں۔ یہ سب موضع خلاتی سے پل سنگین تک مسلسل اترے ہوئے ہیں۔ ان سرداروں نے میرے پاس ایک قاصد بھیجا۔ اور ان کی غرض یہ تھی کہ میری اور میرے لشکر کی حالت معلوم کریں میں نے ان کے ایلچی کو دوبارہ خود اپنے لشکر کا معائنہ کرا کے واپس بھیجا۔ اور اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ ان کے قاصد کے پیچھے ہی پیچھے خود بھی روانہ ہو پڑوں۔

لیکن چونکہ میں نے اپنے لشکر کو اپنے ساتھ ہمخیال نہ پایا۔ تو اسکو اپنے ساتھ ہم آہنگ بنانے کی یہ تجویز نکالی کہ کچھ لوگوں سے احسان و سلوک کروں۔ اور بعض کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤں۔ اور کچھ لوگوں کو مال و زر کی لالچ دلاؤں۔ اور ایک جماعت سے قول و قرار

اور وعدے کر کے ان کا دل اپنے ہاتھ میں لوں۔ ابھی میں اسی فکر میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ تغلق تسلا ور اور کیخسرو جو کہ پہلے میرے ہی نوکر تھے چھ ہزار جتّہ کے سواروں کو لے کر مجھ پر حملہ کرنے کو آ رہے ہیں۔ میرا لشکر اس خبر کو سن کر پریشان و سراسیمہ ہو گیا لیکن میں نے دیکھا کہ میرے سرداران میں سے امیر جاکو۔ ایکو تیمور۔ امیر سلیمان۔ اور امیر جلال الدین مستقل مزاج اور میرے مخلص و ہمدم ہیں۔

اب میں نے اپنے لشکر کو متفق بنانے کیلئے بارھویں تجویز اور تدبیر یہ کی۔ کہ :-

پہلے امیر جاکو۔ ایکو تیمور۔ امیر سلیمان۔ اور امیر جلال الدین کو تنہائی میں بلا کر انہیں اپنا ہم خیال اور ہم راز بنانا چاہا۔ اور ان سے خلوت میں یہ بات کہی کہ تم میری سلطنت اور فرمانروائی کے شریک ہو۔ اس بات سے یہ لوگ اپنے عزم پر اور مستحکم ہو گئے۔

پھر ان کے علاوہ غیر متفق لوگوں کی جماعت میں سے ایک کو خلوت میں بلوا کر الگ الگ ان سے ملا اور باتیں کیں۔ جن لوگوں کو مال و منال کی لالچ گھیرے تھی اور ان کو مال وزر دیکر اپنا یار بنایا اور

جاہ و منصب کے طلبگاروں اور ملک و جاگیر کے خواستگاروں کو اپنے مقبوضہ ممالک کی حکمرانی کیلئے نامزد کیا۔ اور سب کو امید و خوف کے بین بین رکھا۔ پھر ہر ایک کے ساتھ ایک ایک کوتل[1] متعین کیا۔ امیروں اور سرداروں کے تو یوں نہ بنا اور عام سپاہیوں میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کھلانے اور پہنانے کا امیدوار بنا کر شیریں زبانی اور اخلاق سے اپنا گرویدہ کر لیا۔ تا آنکہ دوست و دشمن سب میرے گرویدہ ہو گئے۔ اور پختہ قول و قرار کر لیا۔ کہ میرے ساتھ جان لڑانے اور اطاعت میں ہرگز کوئی کمی نہ کرینگے۔

لشکر کی طرف سے مطمئن ہو کر میں الیاس خواجہ سے لڑنے کو تیار ہوا اور جنگ کی روش ایسی تجویز کی کہ پہل اپنی طرف سے کرکے جب تک ان کو خبر ہو دیں اُن پر اچانک حملہ کر سکوں۔

میں نے اس تجویز کے بارہ میں قرآن مجید سے فال کھولی۔ فال میں یہ آیت کریمہ نکلی۔ "کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللہ"[2] یہ

---

[1] کوتل خالی گھوڑے یا سواری کے دکھیا اور کوکتے ہیں۔ مگر اس مقام پر یہ معنی نہیں لگتے اسلئے قیاس چاہتا ہے کہ کوتل سے گوئندہ اور نگران رہ اسیں مراد ہے۔

[2] ترجمہ بہت سے کم تعداد گروہوں نے بحکم خدا اکثیر التعداد گروہوں ... ہے۔ یہ فال نیک اور مبارک شگون تھا۔ مترجم عفی عنہ۔

خوشخبری اور نیک فال پاتے ہی میں نے فوراً اپنی سپاہ کو مرتب اور تیار کرلیا۔ اور اسکو سات دستوں میں تقسیم و ترتیب کرکے روانہ ہوگیا۔ صبح کے وقت میں تغلق تُسلاوزا اور کیخسرو کے سر پر پہنچ گیا۔ جو ہراول بنکر آرہے تھے۔ اور ایک حملہ کے بعد دوسرے حملہ میں ان کو زیر کرلیا۔ اور پھر ان کو پل سنگین کے کنارہ تک جو الیاس خواجہ کی فرودگاہ تھی پسپا بنادیا۔

رات ہونے پر میں جس مقام تک پہنچ گیا تھا۔ وہیں قیام کردیا۔ مگر دل میں ٹھان لیا تھا کہ میدان جنگ کو افسردہ نہ کروں گا۔ اور گرم گرم (مستعدی تمام) الیاس خواجہ کے لشکر پر جو کتیس ہزار کے قریب ہے۔ اچانک حملہ کروں گا۔ میں نے سوچا کہ اگر درنگ کرتا ہوں اور فوراً حملہ نہیں کرتا تو ایسا نہ ہو کہ کوئی اس قسم کا معاملہ آپڑے جس کے علاج میں مجھ کو کومک (دوسرے کی امداد) کا محتاج ہونا پڑے۔ اور باوجود اسکے کہ امیر حسین میرا سالا میرے عقب میں منزل کئے تھا۔ تاہم میں نے اپنے تئیں ان کی امداد کا محتاج نہیں بنایا۔ اور اپنے ہی عزم اور رائے سے الیاس خواجہ کے لشکر کو شکست دے دی۔

تیرہویں تجویز و تدبیر لشکر جتہ اور الیاس خواجہ کو شکست دینے کے

بارہ میں یہ کی۔کہ:۔

میں نے سب سے پہلے الیاس خواجہ کے لشکر کو اپنی زبردست فوجوں کی ایک جماعت کے مقابلہ میں گرفتار اور دوسری جانب توجہ کرنے سے بیکار بنائے رکھنے کا عزم کیا۔ اور اس عزم کو یوں بروئے کار لایا کہ امیر موید ارلات اور اوچ قرا بہادر اور امیر موسیٰ تین نامور سرداروں کو پل کے سر پر الیاس خواجہ کے مقابلہ میں تعینات کردیا۔ اور خود میں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ دریا کو عبور کرکے ایک پہاڑ پر جس کے اوپر سے الیاس خواجہ کا لشکر بالکل پیش نظر تھا۔ اور وہ اس پر سے پوری زد میں آسکتا تھا چڑھ گیا۔ اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ بہت کثرت سے آگ جلائیں۔ اور خوب الاؤ لگائیں۔ لشکر جتہ پہاڑ کی چوٹیوں پر آگ کے الاؤ بکثرت روشن دیکھ کر اور پل سنگین کے کنارہ پر ایک بڑی فوج موجود پاکر سخت پریشان ہوا۔ اور اس رات میں الیاس خواجہ کے لشکر نے ایک دم استراحت نہ کی۔ تمام شب سب بیدار اور ہوشیار رہے میں نے یہ رات پہاڑ پر یوں بسر کی۔ کہ خدائے تعالےٰ کے حضور میں عجز و نیاز کرتا رہا۔ اور حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا رہا۔ میں کچھ سوتا اور کسی قدر جاگتا تھا۔ کہ میرے کان

میں ایک آواز آئی اور معلوم ہوا کہ کوئی کہتا ہے " تیمور! فتح و کامیابی اور ظفرمندی تیرے ہی حصّہ میں آئی ہے " پھر صبح صادق کے طلوع کرتے ہی میں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ الیاس خواجہ اپنے فوجی سرداروں کے ساتھ سوار ہوکر دستہ روانہ ہو رہا ہی۔ میرے سرداروں اور سپاہیوں نے اجازت مانگی۔ کہ حکم ہو تو ان لوگوں کا تعاقب کریں۔ مگر میں نے اپنے دل میں سوچا۔ پہلے یہ دیکھنا ضروری ہی کہ الیاس خواجہ اور اوسکے لشکر کی واپسی کس غرض پر مبنی ہے۔ پھر تعاقب کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ مناسب ہوگا۔ اس لیے میں نے توقف کیا اور دیکھتا رہا۔ کہ دشمن کیا کرتا ہے۔ الیاس خواجہ اور اُس کا لشکر چار فرسنگ کے فاصلہ پر جاکر خیمہ زن ہوگیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ ان کی جنگی چال تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ میں پہاڑ سے نکلکر میدان میں آجاؤں۔ ایک مجھ سے جنگجو ہوں الیاس خواجہ کی فوج ہراول کے سرداروں کو میں نے پہلے ہی ہزیمت فاش دیدی تھی۔ اور وہ لوگ الیاس خواجہ کے پاس جاکر پناہ گزیں ہوئے تھے۔ تو اس نے اُنکو سخت لعنت و ملامت کی تھی

میں نے ان کی چال تاڑ لی۔ اور پہاڑ کو نہ چھوڑا۔ دشمن بھی سمجھ گیا کہ میں

چال بیکار ہو گئی ہے۔ اور تیمور پہاڑ سے ہرگز نہ نکلیگا۔ اسلئے مجبوراً انہوں نے خود پھر پلٹ کر مجھ پر حملہ کیا۔ مجھے یہ تجویز سوجھی کہ اپنی فوجوں کو پہاڑ کے دامن میں مرتب کروں۔ اور جنگ میں مصروف ہو جاؤں۔ جتہ کا لشکر بڑھ کر دامن کوہ میں داخل اور بیکار سا ہو گیا۔ تو میں نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ انھیں تیروں کی بارش پر رکھیں۔ اور یوں بہت سے مخالفوں کو زخمی بنا دیا۔ اب دن ختم ہو کر رات آگئی۔ دشمنوں نے دیکھا کہ وہ کچھ کام نہیں بنا سکے ہیں۔ وہ پہاڑ کے دامن ہی میں اس ارادہ سے آ پڑے کہ اسکا محاصرہ کر لیں۔ اور میرے نکلنے کا راستہ بند کر دیں۔ رات کو مجھے یہ سوجھا کہ اپنے لشکر کو چار دستوں پر تقسیم کر دوں۔ اور خود دشمن پر شبخون کروں۔ چونکہ یہ تجویز میرے سرداران سپاہ کو بھی پسند آئی اسلئے صبح کے قریب میں نے سوار ہو کر چاروں جانب سے دشمنوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور جب تک جتہ کا لشکر اپنی تئیں جمع اور مرتب کرے میرے بہادروں نے اس سے پہلے اسے منتشر اور پراگندہ بنا دیا۔ جنگ مغلوبہ میں دونوں جانب کے جنگجو اور دلیر آدمی مقتول ہوئے مگر انجام کار جتہ کا لشکر فرار کو قرار پر ترجیح دیکر بھاگ نکلا۔ میں نے اپنے تئیں انیا میں خواجہ کے نزدیک پہنچا کر اس سے مبارزت طلبی کی۔ اور وہ

میری آواز سن کر نہایت برہم ہوا۔ غیظ و غضب میں اپنے لشکر کو ڈانٹا اور بھاگنے سے غیرت دلائی جس سے وہ لوگ پھر پلٹ پڑے۔ اور لڑنے لگے۔ طلوع آفتاب تک میری اور الیاس خواجہ کی سپاہ میں گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ اور دلیران عرصۂ رزم باہم گتھ کر لڑتے تھے۔ ترکش تیروں سے خالی ہو چکے تھے۔ دشمن بھاگتا ہوا لڑ رہا تھا۔ تا آنکہ وہ چاز رسنگ تک پسپا ہو گیا۔ اور اپنے کمپ پر سخت خستہ حال و شکستہ بال پہونچ کر مقیم ہوا۔ میں نے بھی زیادہ پیچھا نہیں کیا۔ اور میدان فیروزی میں دشمن کو وہاں سے بھگا کر اپنا کمپ لگا دیا۔

جتّہ کے لشکر نے اپنی تئیں مغلوب او مقہور پا کر پھر میدان داری پر جرأت نہیں کی۔ اور کیمپ میں مورچہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ میں نے اپنی فوج کو الیاس خواجہ کے کمپ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ ڈاکا چھوٹی خرد و خورد کر کے اس کے لشکر کو اتنا تنگ کر ڈالا کہ آخر کار الیاس خواجہ مجبور و لاچار ہو کر دریائے خجند کے اُس پار بھاگ گیا۔ میں نے بھی اُسکا زیادہ تعاقب نہیں کیا۔ اور اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ کر کامیاب و ظفر مند ملک ماوراء النہر میں واپس چلا آیا۔

اب میں نے اپنی سلطنت کو مستقل اور پائدار بنانے کی تجویزیں اور تدبیریں کرنی شروع کیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہی:-

بات یہ تھی کہ کد کے امیروں میں سے ہر ایک اپنے تئیں عظیم الشان امیر سمجھتا اور آپ کو دوسرے سے بڑھ کر گنتا تھا میں نے اُن سب کو اپنا مطیع و تابع بنانیکی رائے قرار دی۔ اِن میں اوّل امیر حسین امیر قزغن کے پوتے کو کہ وہ ماوراء النہر میں بادشاہی کا دعویدار تھا میں نے اپنی سلطنت کا شریک کہہ کر اس سے میل ملاپ اور دوستی اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ لیکن وہ اگرچہ بظاہر مجھ سے دوستی کا اظہار کرتا تھا تاہم اندرونی طور پر میرا دشمن اور حاسد ہی رہا۔ اسکی خواہش ماوراء النہر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی تھی۔ چونکہ مجھ سے ہاو سیر بھر و نہ تھا۔ اسلئے اسکو خواجہ شمس الدینؒ کے مزار پر لے گیا۔ اور اس سے اپنی دوستی کی قسم کی۔ پہلے خود قسم کھائی۔ کہ میں اس کا دوست رہونگا۔ اور پھر اس نے مجھ سے قول و قرار کیا۔ کہ کبھی دوستی سے نہ پھرے گا۔ اور اس کے علاوہ اس نے دوبارہ تین مرتبہ قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بھی میری دوستی کی قسم کھائی تھی۔ اور چونکہ اس نے آخر میں اپنا اقرار توڑ ڈالا۔ اس بدعہدی نے اُسکو میرے چنگل میں پھنسا دیا۔

شیخ محمد امیر بیان سلاوز کا بیٹا اپنی تمیں ایک بڑا امیر سمجھتا تھا۔ میں نے
اس کو بھی بہلا پھسلا کر سات فوجی جماعتوں سمیت اپنا ہم گروہ اور مطیع بنا
لیا۔ اور ملازمت کے رشتہ میں منسلک کیا۔ اور اس سے ماتحت لشکروں میں سے
ہر لشکر کے سرداروں کو ایک ایک صوبہ کا جمعدار بنا دیا۔
شیر بہرام جو مجھ سے جدا ہو کر اپنے قبیلہ و جرگہ میں چلا گیا۔ اور سرکشی
کر رہا تھا۔ اس کو دلجوئی کر کے بلوایا۔ اور اس نے اپنے گروہ کے ساتھ آکر میری
اطاعت قبول کی۔ اس کو بھی اپنا ملازم بنا کے ایک صوبہ جاگیر میں بخشدیا۔
امیر حسین سے مجھ کو قرابت اور عزیز داری کا خیال تھا مگر میں نے اس سے لتنی
ہی مروّت و دلدہی کی۔ وہ میرا دوست نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ بلخ اور
شامان کے دو بڑے صوبے مجھ سے لے لئے۔ اور میں نے بھی اسکی بہن کی دلداری
کے خیال سے جو میری اہل خانہ تھی۔ ان صوبوں کے دینے میں کوئی منصوبہ
کیا۔ بلکہ امیر حسین سے ایسی نرمی اور مہربانی کا سلوک اور اسپر اتنا احسان کیا کہ
اس برتاؤ کو دیکھ کر جو سرداران نامی میرے مخالف اور دشمن تھے۔ وہ بھی
زیر اطاعت آگئے۔ اور ہوا خواہ ہو گئے لیکن امیر حسین کو ہمیشہ میرے نیچا
دکھانے ہی کی فکر رہتی تھی۔ اور وہ مجھ سے جوڑ توڑ چلتا ہی رہتا تھا۔ آخر

تنگ آ کر میں نے اسکے بارہ میں یہ تجویز کی کہ بزور شمشیر اوسے اپنا مطیع اور فرماں بردار بناؤں۔

توران کے ولایت پر قابض اور ماوراء النہر کو ازبکوں کے خس وخاشاک سے پاک بنا چکا تو میں نے دیکھا کہ ملکی جرگوں کے بعض سردار ہنوز میرے مطیع نہیں ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے قبائل پر ناز تھا۔ اور میرے بعض ماتحت سردار بھی ان کی سفارش یوں کیا کرتے تھے کہ جب تمام اہل ملک آپ کی سلطنت میں شریک ہو گئے ہیں۔ تو ان لوگوں کو بھی دولت میں شریک و شامل ہی سمجھنا چاہیئے۔ لیکن ان لوگوں کی یہ باتیں سلطنت کی غیرت پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی تھیں۔ میں نے دلمیں سوچا کہ جب خدا ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں تو اس پاک و برتر خدا کے ملک کا حکمران و بادشاہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور یہ خیال میرے دل و دماغ میں بس رہا تھا۔ کہ اسی اثنا میں بابا علیشاہ میرے پاس آئے۔ اور اُنہوں نے کہا۔ تیمور! خدائے تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ زمین و آسمان میں دو خدا ہوں تو دُنیا کا کام ضرور بگڑ کر رہیگا۔ میں نے ان کی بات سے اور ہدایت پائی۔ اور قرآن مجید میں فال کھولی فال میں آیۂ کریمہ نکلی: "انا جعلناک خلیفۃ الارض" پس اس فال کو شگون مان کر

میں نے ان سرداروں اور امیروں کے مطیع بنانے کی تجویزیں شروع کردیں۔ جو اپنی تئیں میری سلطنت وحکومت کا شریک اور حصّہ دار سمجھتے تھے۔

میں نے پہلے امیر حاجی برلاس کے اردو گاہ اور مقام قیام پر جاکر اُسے اپنا دوست وہمدم بنایا۔ اور امیر شیخ محمد بیان سُلا وز کا بیٹا ہمیشہ شراب میں بدمست رہا کرتا تھا۔ شراب نے آخر اس کا خانہ خراب کیا۔ اور وہ فوت ہوگیا۔ میں نے اسکے علاقہ کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا۔ امیر بایزید جلائر حاکم علاقہ و شہر خجند کو میں نے بہت کچھ فہمائش ونصیحت کی مجھ سے اتفاق کرے۔ اور حلقہ اطاعت میں داخل ہوجائے لیکن میری نصیحتوں کا اوسپر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخرکار اسکی جمعیت اور فرقہ ہی کے آدمی اسکے مخالف اور دشمن ہوگئے۔ اور اوسپر خروج کرکے اُسے گرفتار کرلیا۔ اور میری خدمت میں حاضر کیا۔ میں نے بایزید کی سرکشی کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ اوسپر کمال مہربانی اور نوازش کی اور اوسے [illegible] کی تلوار سے مقہور کرلیا۔

ایلچی بوغا سلاوز نے بلخ میں اپنی سلطنت قائم کر رکھی تھی۔ امیر حسین اس شہر کو اپنے دادا امیر قزغن کی تختگاہ سمجھ کر اوس کا طالب تھا۔ میں نے حسین ہی کو اس سے لڑوا دیا۔ اور یوں دو مخالفوں سے ایک ساتھ ان کو

کمزور کرنے کا فائدہ اُٹھایا۔

محمد خواجہ اپردی جو کہ تابمن کے جرگہ سے تھا اور شیر غانات کے صوبہ پر قابض ہو کر میری مخالفت عیاں کر رہا تھا اس کو ایک اور علاقہ دے کر اپنا نوکر بنا لیا۔

بدخشاں کے بادشاہ جو اس ملک پر قابض و دخیل بنکر پھر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ ان میں ہر ایک کے ساتھ میل واتحاد کر کے انہیں آپس میں دشمن اور مخالف بنا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باہمی جنگ و جدل سے کمزور ہو کر سب کو میری طرف رجوع لانا پڑا۔

کیخسرو اور الجائتو پردی ختلان اور ارز ہنگ کے صوبوں پر قابض ہو کر خود مختار حاکم بن بیٹھے تھے یعنی کیخسرو کو مدد بھیجی کہ وہ جا کر الجائتو پردی سے چھین لے۔ اور الجائتو پردی ناچار ہو کر میری پناہ میں آ گیا۔

امیر خضر یسوری نے مملکت تاشکند کو احتشام یسوری کے ساتھ ملکر قبضہ میں لے لیا تھا۔ میں نے کیخسرو اور الجائتو پردی کو باہم دوست اور متفق بنا کر ان کے ساتھ ایک جمعیت بھی کر دی۔ اور حکم دیا کہ جا کر احتشام یسوری کو تاخت و تاراج کریں۔ جب اس حکم کی تعمیل ہو گئی۔ اس کے بعد امیر خضر

یسوری عاجز ہو کر پھر میری پناہ میں آگیا۔ اور اس طرح میں نے تمام ماوراء النہر کے ملک کو فساد و بدنظمی اور بدعملی سے پاک بنا لیا۔ اب میری زبردست سپاہ نہایت قوی اور صاحب دبدبہ ہو گئی تھی۔ اور قبیلہ برلاس کا نام آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمک اٹھا تھا۔ اور چغتائی تمنوں کے لشکر اور گروہ میری ہمت کی وجہ سے نامور اور ذی شوکت بن گئے تھے۔ اب میں اس ملک کے تمام قبائل جرگوں، گروہوں اور تمنوں اور جماعتوں پر حکمران مطلق بن گیا تھا لیکن ماوراء النہر کے چند قلعے جن پر امیر حسین کا قبضہ تھا۔ وہ میری حکومت کے دائرہ سے باہر تھے اور یہ بات خلاف مصلحت ملکداری تھی۔

میری عظمت و شوکت کو ترقی و عروج کو دیکھ کر امیر حسین کی رگ حسد پھڑک اٹھی۔ اس نے مخالفت عیاں کی۔ اور اپنا قول و پیمان توڑ [illegible] ب اس سے بارہا ملنے خود گیا تھا لیکن وہ میرے پاس کبھی نہ آیا۔ حیلہ و فریب سے قلعہ قرشی [illegible] مجھ سے لیا۔ اور وہاں امیر موسیٰ کو سات ہزار سواروں کے ساتھ متعین کر دیا۔ پھر پانچ ہزار سوار اور بھیجے۔ اور میری بیخکنی کے درپے ہوا۔ اس حالت کو مشاہدہ کر کے میری شاہی غیرت بھی جوش میں آگئی۔ اور میں نے اس سے قلعہ قرشی کو واپس لینے کا ارادہ کیا۔ میرے چند سرداروں کی صلاح تھی کہ چلکر بزور شمشیر قلعہ کو

لینا چاہیئے۔ اور میں نے یہ تجویز کی کہ اگر اس قلعہ کو کوئی زک ملے اور ایسا ہوا تو بڑی سبکی ہوگی۔ جنگ کے متعلق کئی خطرات میرے دل میں آئے۔ اس لئے میں نے لڑائی کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور مصلحت یہی سوچی کہ خراسان کی طرف روانہ ہوں۔ تاکہ قلعہ داروں کو میرے حملہ آور ہونے کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اور ان کو یوں بھلاوا دے کر اچانک پلٹ کر یلغار کرتا ہوا رات کے وقت قلعہ پر آپڑوں۔ اور اسے فتح کر لوں۔ یہ بات دل میں ٹھان کر میں خراسان کی طرف روانہ ہوگیا۔

دریائے آمویہ کو عبور کرنے کے بعد میں نے دیکھا کہ خراسان کی طرف سے ایک تاجروں کا قافلہ قلعہ قرشی کو جا رہا ہے۔ اس قافلہ کا سردار کچھ تحائف لے کر میری خدمت میں آیا۔ میں نے اس سے امیران خراسان کے حالات دریافت [illegible] اور کہا کہ میں خراسان ہی کو جا رہا ہوں۔ پھر اسے رخصت کر دیا۔ اور قافلہ والوں کے ساتھ ایک جاسوس مقرر کیا۔ کہ حالات دریافت کرکے آئے خود میں دریائے آمویہ کے کنارہ کمپ قائم کر لیا۔ اور جاسوس کی واپسی کا منتظر رہا۔ وہ چند روز میں یہ خبر لایا کہ قافلہ والوں نے امیر موسیٰ کو اطلاع دی ہے کہ انہوں نے امیر تیمور کو دریائے آمویہ کے اس پار جاتے

دیکھا ہے۔ امیر موسیٰ اور امیر حسین کے لشکر نے یہ بات سنی تو وہ مطمئن اور بیفکر
ہوکر جنگ کی مستعدی سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور عیش و عشرت میں مصروف ہوئے۔
میں نے اس خبر کو سنتے ہی اپنے لشکر میں سے صرف ۲۴۰ جوانمرد اور کارآزمودہ
بہادر چنے اور دریا کو عبور کرکے ایلغار کناں موضع شیرکنت میں پہنچ گیا یہاں
ایک رات دن قیام کرکے دم لیا۔ اور پھر ایلغار کرتا ہوا آگے بڑھ کر قلعہ قرشی
سے صرف ایک فرسنگ کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔ اور مقام کیا۔ اس جگہ میں نے حکم
دیا کہ سیڑھیاں رسیوں کے ذریعہ باہم باندھ کر تیار کرلیں۔ تب امیر جاکو نے
آداب دربار کے مطابق تعظیم کرنے کے بعد یہ عرض کی کہ بہادروں کی ایک
جماعت پیچھے رہ گئی ہے۔ اور اس کے آنے تک توقف کرنا ضروری ہے
میں نے اسکی تجویز پر صاد کیا۔ مگر اپنے دلمیں خیال کیا کہ جب تک بہادر ہمراہی
آئیں میں خود اکیلا جاکر قلعہ ہی کو دیکھ آؤں۔ چنانچہ چالیس بہادر
لے کر قلعہ قرشی کیجانب گیا۔ قلعہ کا سواد نمایاں ہوتے ہی اپنے بہادروں کو ٹھیر
جانے کا حکم دیا۔ اور مبشر اور عبد اللہ کو جو میرے خانہ زاد غلام بچے تھے
اپنے ہمراہ لیا۔ اور آگے بڑھا۔ قلعہ کی خندق کے کنارہ پہنچ کر دیکھا کہ وہ پانی
سے بھری ہے۔ چاروں جانب نظر دوڑائی کہ گذر اور عبور کا کوئی راستہ ہو تو

معلوم کروں۔ میں نے دیکھا کہ خندق پر ایک ترناؤ[1] جس کے ذریعہ قلعہ کے اندر پانی جاتا ہے۔ پڑی ہے۔ میں نے گھوڑا مبشر کے حوالہ کیا اور اُسی ترناؤ پر ہوتا ہوا خندق سے عبور کر کے قلعہ کے خاک ریز پر پہنچ گیا۔ پھر قلعہ کے دروازہ پر پہونچا۔ اور دروازہ پر ہاتھ کی تھپکی مار کر معلوم کیا کہ دربان سب غافل سو رہے ہیں۔ اور دروازہ کو اپشت و ریکجانب سے تنبغہ کر دیا ہے۔ قلعہ کی دیوار کو ہر طرف گھوم پھر کر غور سے دیکھا اور وہ موقعہ جہاں سیڑھیاں اور زینے لگا کر اوپر چڑھنا ممکن تھا تجویز اور ملاحظہ کر کے واپس چلا آیا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے بہادروں کے پاس آ گیا۔

پسماندہ فوج سیڑھیاں وغیرہ لے کر آ پہنچی۔ تو سب نے مسلح ہو کر زینے اُٹھا لئے۔ اور میں قلعہ کی طرف بڑھا۔ ہم خندق کو ترناؤ ہی کے اوپر سے عبور کر گئے۔ اور زینے لگا کر قلعہ کی دیوار پر جا پہونچے۔ جس وقت چالیس دلیر اور جانباز آدمی قلعہ میں داخل ہو لئے تو میں نے بھی قلعہ میں قدم رکھا۔ اور قلعہ میں داخل ہو کر نا سے ترکی اور بگل بجایا گیا۔ اور خدائے

[1] ترناؤ سے وہ نہری سبحن مراد ہے۔ جو کشتی کے طور پر دوسری نہر یا دریا میں سے گذاری جائے۔ تاکہ اس کے ذریعہ پانی دوسری طرف جا سکے۔

تعالےٰ کی مدد سے میں نے قلعہ کو قبضہ میں کر لیا۔

امیر حسین یہ خبر پا کر اس فکر میں ہوا کہ دوستی اور شناسائی کے لباس میں میرے ساتھ چال کرے اور نرد دغا کھیلے۔ اور مجھ کو گرفتار کرنے کا خواہاں ہوا میں نے اس کے دام فریب سے بچنے کی یہ تجویز کی کہ جس وقت امیر حسین نے وہ مصحف شریف جس پر اس نے قسم کھائی تھی کہ میرے ساتھ اسکو دوستی اور قرابت داری کا خیال رکھنے کے سوا، اور کوئی فکر نہیں ہے۔ میرے پاس بھیجا۔ اور ساتھ ہی یہ پیام بھی دیا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں میرے دل میں اسکے خلاف کوئی بات ہو۔ اور اگر میں اقرار کو توڑ کر تجھ سے کچھ سے کچھ برائی کروں تو یہی خدائے پاک کا مصحف مجھے پکڑ لے اور سزا دے۔ میں چونکہ اس کو مسلمان جانتا تھا۔ اس کی بات پر یقین کر لیا۔ اور اظہار [illegible] مخالفت سے باز آ گیا۔

پھر اس کے چند دن بعد امیر حسین نے ایک آدمی بھیج کر مجھ کو پیام دیا کہ اگر ایسا ہو جائے کہ وہ اور میں دونوں تنگ گھاٹی) چکچک میں باہم ملاقات کریں۔ اور سابقہ قول و قرار کی تجدید کر دیں تو بہت ہی اچھا ہو گا۔ مگر اس کا دلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح مکر و فریب سے مجھ کو گرفتار کر لے۔

اور میں جانتا تھا کہ اسکے قول و قرار پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم مصحف مجید کی تعظیم کے لئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے ملنے جاؤں گا۔ اور یہ تجویز کی کہ پہلے دلیر جوانمردوں کی ایک جماعت کو بھیج کر چکچک کی گھاٹی کے گرد و پیش چھپا رہنے کی ہدایت کر دوں۔ اور پھر خود ایک دستہ فوج کے ساتھ جا کر امیر حسین سے ملوں۔

میں نے اپنے ان دوستوں کو جو امیر حسین کی خدمت میں رہتے تھے۔ پیام بھیجا کہ مجھ کو امیر حسین کے اصل ارادہ سے مطلع کریں۔ شیر بہرام جو کہ میرا دوست مخلص تھا۔ اس نے امیر حسین کا ارادہ مجھ سے کہلا بھیجا۔ اور امیر حسین نے اس افشائے راز کی تقصیر پر شیر بہرام کو قتل کرا دیا۔ پھر وہ ایک ہزار سواروں کو ساتھ لے کر مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے چلا۔ میں اسوقت گھاٹی کے سرے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے یہ خبر پائی تو فوراً اپنی فوجوں کو مرتب اور مدافعت کے لئے تیار کر لیا۔ اسی حالت میں امیر حسین کے لشکر کا ہراول دستہ آتا دکھائی دیا۔ اور دیدبان یعنی گرداوری کرنے والے سوار خبر لائے کہ یہ امیر حسین کی فوج ہے اور امیر حسین ابھی خود نہیں آیا۔ اس نے سن لیا ہے کہ امیر تنہا آیا ہے۔ اس لئے آپ کے گرفتار کرنے کو یہ فوج روانہ کی ہے۔ میں مقابلہ و مدافعت

کے لئے تیار ہو گیا۔

میرے پاس اسوقت کل دو سو سوار تھے۔ میں صبر کئے ٹھیرا رہا تا آنکہ امیر حسین کی فوج درہ کے اندر داخل ہو گئی۔ اب میں نے ان آدمیوں سے جن کو اپنے آنے سے قبل بھیجا تھا حکم دیا کہ وہ درہ کے دہانہ پر جم کر دشمنوں کی واپسی کا راستہ منقطع کر دیں۔ اور خود اون سے مقابلہ کر کے غنیم کو درہ کے اندر گھیر لیا اس طرح اکثر افراد ان میں سے میں نے گرفتار کر لئے۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو اکٹھا اور مرتب کر کے قلعہ قرشی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس واقعہ میں مجھ کو یہ تجربہ حاصل ہوا کہ دوست ہر جگہ کام آیا کرتا ہے۔ اور میں نے امیر حسین کو اس شعر کا مضمون ترکی زبان میں لکھ بھیجا۔

صبا بگوے بآں یار دام مکر بہ بند ◆ کہ مکر باز نہ گرود و مکر بہ مکر کنند

امیر حسین میرا یہ پیام پاکر شرمندہ اور پشیمان ہوا۔ اور معذرت کی مگر میں اسکی باتوں پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اور نہ اُس کے جال میں پھنسا۔

ملک توران کو گروہ اوزبک کے باقی ماندہ لوگوں سے جو لڑائی میں قتل ہونے سے بچ رہے تھے۔ پاک کرنے کے متعلق میں نے یہ تجویز کی کہ جس وقت جتہ کے لشکر اور الیاس خواجہ کو ملک ماوراء النہر سے نکال باہر اور دریائے خجند

کے اُس پار بھگا کر پہنچا چکا۔ تو یہ دیکھ کر کہ ابھی اوزبکوں کی بعض فوجیں ماوراءالنہر کے قلعوں میں جمی بیٹھی ہیں۔ ان کے نکالنے کے درپے ہوا۔ ارادہ تھا کہ ان کے نکالنے پر فوجیں متعین کروں۔ لیکن دل میں یہ خطرہ گذرا کہ ایسا نہ ہو۔ فوجکشی سے کام طوالت پکڑ جائے۔ اسلئے یہ قصد موقوف رکھا۔ اسی اثنا میں میرے پاس یہ خبر آئی کہ اوزبک لوگ قلعوں میں جاگزیں ہوگئے ہیں۔ مجھے یہ صلاح سوجھی کہ فوج کا تو ان پر متعین کرنا ٹھیک نہیں۔ کوئی تدبیر و حیلہ کرنا لازم ہے۔ فوراً الیاس خواجہ کی طرف سے ایک فرمان لکھ کر ایک اوزبک کے حوالہ کیا۔ اور اسکے ہمراہ تھوڑی سی فوج بھی کر دی۔ فوج کو حکم دیا تھا کہ خوب گرد و غبار اڑاکر اور اپنی نمائش کرتے ہوئے جانا۔ قلعہ بند اوزبکوں کو الیاس خواجہ کا فرمان طلبی پہنچا۔ اور اُسی کے ساتھ انہوں نے میری فوجوں کے آنے کا گرد و غبار بھی دیکھا۔ وہ راتوں ہی رات قلعوں کو خالی کر کے نکل گئے۔ اور یوں ماوراءالنہر کے ملک کا میدان اُن ظالموں کے وجود سے بالکل پاک ہوگیا جنہوں نے میرے قتل کرنے کا قصد کر رکھا تھا اور یہ ملک بالکل میرے قبضہ میں آگیا۔

میں نے قرابت داری کا پاس کر کے بلخ کا صوبہ اور حصار شادمان

کا علاقہ امیر حسین کو بخش دیا تھا۔ لیکن اُس نے میری احسان و مروت کی قدر نہ کی۔ اور میری بخیلگی کے پھر درپے ہوا۔ تب میں نے اوسکے استیصال کے لئے حسب ذیل تجویز کی۔

جس وقت امیر حسین نے میری فتح و کامیابی کے آثار مشاہدہ کئے اور دیکھا کہ اب بسبب غل و غش مملکت ماوراءالنہر پر قابض و دخیل ہو گیا ہے اوسکی رگ حسد بھڑکی۔ اور اُس نے مجھ کو اپنی بہن کو جو میری بیوی تھی بُری قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔ بلکہ ستا ستا کر تنگ کر دیا۔ اور ماوراءالنہر کا ملک مجھ سے چھین لینے پر تُل بیٹھا۔ میرے قتل کا خواہاں ہوا۔ اور کئی مرتبہ مجھ سے معرکہ آرائیاں بھی کیں۔ لیکن ہر ایک دفعہ اس کو شکست ملتی رہی اور وہ ناکامی سے ہمکنار ہوتا رہا۔

پس جب اوسکی بے اعتدالی اور بے انصافی حد سے افراط کو پہنچ گئی۔ اور قریب تھا کہ وہ مجھ پر غالب آکر مجھ کو بالکل اکھاڑ ہی پھینکے اسوقت اوس کے ماتحت سردار اور اوسکی بدسلوکیوں سے جو وہ اون لوگوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ برگشتہ ہو گئے۔ امیر حسین نے امیر کیخسرو حکمراں صوبہ ختلان کے بھائی کو بلا کر بلا وجہ و بے گناہ قتل کر دیا۔ جسکی وجہ سے کیخسرو

صوبہ ختلان میں اس سے بگڑ کر باغی ہو گیا۔ اوس کے دیگر سرداران
انجمن بھی دل میں اس سے دشمنی اور خلاف رکھتے تھے۔ مگر امیر حسین اوسکو
دوست اور مخلص خیال کرتا تھا۔ آخر وہ میرے رفع دفع کرنے کا ارادہ کر کے
ملک بلخ سے نکلنے کا عازم ہوا۔ اول میں ڈوری روانہ کردی۔ جب مجھے یہ خبر
ملی تو میں نے اپنا فائدہ اسی صورت میں چلنا دیکھا کہ جب تک امیر حسین قصبہ
جنگ روانہ ہو میں اس سے قبل ہی خود اس کے سر پر پہنچ جاؤں۔ چنانچہ
میرے پاس جتنی فوج موجود تھی انہیں کو ساتھ لے کر بلخ کو روانہ ہو گیا
راستہ میں زبردست فوجیں آ آ کر مجھ سے ملتی گئیں۔ اور میں نے سرزمین
بلخ کے اطراف میں پہنچ کر کیمپ لگا دیا۔

امیر حسین میرے مقابلہ میں جنگ کرنے کی غرض سے نکلا مگر وہ کچھ
نہ کر سکا۔ پھر پیچھے ہٹا اور قلعہ میں محصور ہو کر مدافعت کی تیاری
کرنے لگا۔ پھر اور یہ چند دن گزر گیا

جن لوگوں نے میرے ساتھ برا برتاؤ کی تھیں اور اس لیے اب وہ
مجھ سے اندیشہ مند تھے۔ اپنی بد سلوکیوں کا خیال کر کے دل میں ڈرتے
تھے کہ میں ان کو ضرور گردن زدنی قرار دوں گا۔ میں نے ان کو مطیع اور

موافق بنانے کی تدبیر یہ کی کہ :-

امیر حسین میرے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ تو اسکے ماتحت سرداروں اور نوکروں کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں ، ان کو بھی ضرور قتل کر دوں گا بیشک مجھ کو بھی انکے قتل ہی کرنے کا خیال تھا لیکن چونکہ وہ سپاہی تھے مصلحت یہی نظر آئی کہ ان کے دل اپنے ہاتھ میں لاکر ادن سے سپہ گری کے کام لوں اور اپنی قوت بڑھاؤں۔ امیر حسین کا سپہ سالار اعظم جو کہ بدخشانات میں حکمراں تھا۔ کئی مرتبہ میرے مقابلہ میں آکر جنگ و پیکار کر چکا تھا۔ اس نے سنا کہ امیر حسین قتل کر دیا گیا ہے۔ تو میری سزا دہی سے خوف کھا کر اپنی جمعیت تیار کرنے لگا۔ اب اگر میں اسکے پکڑنے کیلئے لشکر مقرر کرتا تھا تو یہ مناسب نہ تھا۔ اسلئے میں نے اسکے بارہ میں جان بوجھ کر انجان بننے سے کام لیا۔ اور اس کو گویا فراموش ہی کر ڈالا۔ مگر تجویز یہ کی کہ درباروں اور مجلسوں میں اسکی شجاعت و مردانگی کی تعریف کیا کرتا تھا اور معتبر لوگوں نے وہ سب حالات اس کو لکھے۔ اور تحریر کیا کہ امیر تجھ پر مہربان ہیں۔ یہ سن کر اس نے مجھے عرضداشت بھیجی اور میری مہربانی اور عنایت پر بھروسہ کر کے میرے زیر سایہ آگیا۔

پایۂ تخت خراسان کو تسخیر کرنے کی تجویز میں نے یہ کی کہ بلخ حصار شادمان
اور بدخشانات کے ممالک پر قابض و دخیل ہوکر امیر حسین کو قتل کرچکا تو
خراسان کے حکمراں امیر غیاث الدین کو یہ خبر سُن کر لرزہ چڑھ آیا۔ اور
وہ دہشت کی وجہ سے فوجیں اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہوا اسکا
ارادہ تھا کہ اپنے تئیں مضبوط بنالے۔ میں نے اپنی مصلحت اس تجویز میں
پائی کہ خراسانیوں کو بھلا وادوں۔ اور اسلئے میں نے سمرقند کی طرف
کوچ کردیا۔ مگر اس کے بعد میرے پاس اسکا خط آیا۔ اور اسمیں لکھا تھا۔ کہ
ملک غیاث الدین ستمگاری اور ظلم وجور میں مشغول ہے۔ ملک غیاث
الدین میرے سمرقند کو روانہ ہونے کا حال سُنکر مطمئن ہو بیٹھا تھا۔ اور پیر صاحب
کی تحریر مجھے اسپر حملہ آور ہونے کی محرک ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اس
وقت اہل خراسان میری طرف سے بیفکر اور مطمئن ہیں۔ اور یہی موقع ہے
کہ میں ان پر حملہ کردوں پس یہ تجویز کرتے ہی بلخ کے اطراف سے پلٹ
کر اس لشکر کو اپنے ساتھ لیا جس کو بلخ میں چھوڑا تھا۔ اور یلغار کرتا ہوا
ہرات میں پہنچ گیا۔ میں نے ملک غیاث الدین کو غفلت میں آدبوچا۔
تو وہ مجبور اور بے بس ہوکر شہر سے نکل آیا اور اپنی سلطنت کے تمام

امیروں نے میری اطاعت کرلی۔

سیستان، قندہار اور افغانستان کی فتح کی تدبیر۔ مملکت خراسان پر قابض ہو چکنے کے بعد میرے سرداران سپاہ نے رائے دی کہ اب سیستان قندہار اور افغانستان کے ممالک پر بھی بغرض تسخیر فوجیں متعین کرنی چاہئیں میں نے ان کو جواب دیا کہ فوجوں سے کام نہ چلا تو ناچار خود مجھے کو اس طرف جانا پڑے گا۔ اور اسوقت مجھکو بہت سے کام درپیش ہیں۔ کسی جدید فتح پر توجہ کرنے کی فرصت کہاں مگر مصلحت اور تدبیر یہ نظر آئی۔ کہ ان ملکوں کے حکمرانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے دندھی آمیز فرمانات تحریر کروں جنکا مضمون یہ ہو کہ:- اگر مجھ سے موافقت اور دوستی کروگے تو کامیاب ہوگے ورنہ مخالفت اور دشمنی کرنے پر تباہی کا منہ دیکھوگے۔ آگے تمہاری مرضی"۔

یہ تدبیر تقدیر کے موافق تھی۔ میرے فرمانات پہنچتے ہی ان حکمرانوں نے اطاعت قبول کرلی۔ اور میں بغیر کسی خونریزی اور جنگ کے ان ملکوں کا شاہنشاہ بن گیا۔

اروس خاں کے استیصال اور دشت قپچاق کے تسخیر کی تدبیر۔
تقتمش بداخان نے اروس خاں کے ہاتھ سے شکست کھاکر میرے دامن

دولت میں پناہ لی۔ تو میں نے یہ رائے قرار دی کہ اب دو باتوں میں سے ایک کرنا ہی چاہیئے۔ یا تو تقتمش بداخاں کو فوجی کمک دیکر اروس خاں پر حملہ کرنے کو روانہ کروں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ اروس خاں کا قاصد میرے پاس آگیا۔ اب میں نے یہ تجویز سوچی کہ اسکے ایلچی کی دلدہی کر کے اُسے رخصت کردوں۔ اور دشت کا راستہ بند کرنے کے بعد ایلچی کے پیچھے ہی پیچھے ایک فوج روانہ کروں تاکہ جس دن ایلچی اروس خاں کے دربار میں باطمینان داخل ہو چکے اُس کے دوسرے ہی دن میری فوج اُسکے سر پر جا پڑے اور حملہ کرے۔

میرا ایسا کرنا درست آیا۔ تدبیر تقدیر کے موافق ہوئی۔ اور ابھی قاصد واپس جا کر اروس خاں سے میرے دربار کے حالات بیان ہی کر رہا تھا کہ میری زبردست فوجیں بلائے ناگہانی کیطرح اروس خاں پر حملہ آور ہوئیں۔ اور وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا یوں دشت قبچاق پر میرا تسلط ہوگیا۔

گیلان۔ جرجان۔ مازندران۔ آذربائجان۔ شروان۔ فارس۔ اور عراق کے ممالک کی تسخیر کے لئے میں نے یہ تجویز کی کہ جس وقت اہل عراق کی درخواستیں آل مظفر اور ملوک الطوائف کے مظالم کی شکایت سے لبریز مجھے ملیں۔ میں نے عراق پر لشکر کشی کا سامان فوراً کردیا۔ مگر اسی وقت مجھے یہ خیال آیا اگر

ان ملکوں کے شاہ اور حکمراں باہم متفق و متحد ہو کر مجھ سے مقابلہ کرنے آئیں گے
تو لڑائی کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور کافی تیاری کے ساتھ چلنا مناسب ہے۔ میرے
امیروں نے بھی یہی صلاح دی کہ جنگ کے لئے آمادہ ہو کر کوچ کرنا مناسب ہے
لیکن میں نے اپنے دل میں یہ سوچ لیا تھا کہ میں اُن حکمرانوں میں سے ایک ایک کو
الگ الگ اپنا مطیع و زیر فرمان بناؤں گا۔ اور جو بادشاہ میری اطاعت سے
سرتابی کرے اُسی کو سزا دوں گا۔

ممالک مذکورہ بالا کے اُمراء میں سے سب سے پہلے امیر علی حاکم مازندراں
میرے سایۂ دولت میں پناہ لایا۔ اوس نے تحائف و نذرانہ بھیج کر ایک خط
لکھا۔ اسمیں تحریر تھا "ہم لوگ جو کہ اولاد علیؑ کی ایک جماعت ہیں۔ اس
سرزمین پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اگر تم ہم سے چھین لو۔ تو تمہاری قدرت
اُس سے بڑھ کر ہے۔ اور معاف کر دو تو یہ بات خدا ترسی کے زیاد[illegible] ہے"
میں نے حاکم مازندراں کے اپنی طرف رجوع لانے کو فال نیک شمار کیا۔ اور اس سے
درگذر کرکے گیلان اور جرجان کی ولایتوں کا عزم کیا۔ مگر چونکہ ان ملکوں کے
حاکم میری طرف رجوع نہیں لائے۔ اسواسطے زبردست فوجیں اون پر متعین
کرتا ہوا خود عراق پر حملہ کرنے چلا گیا۔

میں نے اصفہان کو مسخر کرلیا۔ اور اہل اصفہان پر اعتماد کر کے قلعہ انہیں کے حوالہ کردیا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے باغی ہو کر اس داروغہ کو جسے میں اُن پر مقرر کر آیا تھا معہ تین ہزار سپاہیوں کے قتل کر ڈالا۔ اور اس بات سے برہم ہو کر میں نے بھی اہل اصفہان کے قتل کا عام حکم دیدیا۔

ملک فارس کے پایہ تخت اور عراق کے باقی ماندہ حصہ کو مسخر کرنے کی تجویز میں نے یہ کی کہ جب شیراز کو آل مظفر کے لئے چھوڑ دیا۔ اصفہان میں اپنے تین ہزار آدمی بغرض حفاظت چھوڑ کے خود تقتمش خاں کی سرکوبی کے واسطے دشت قبچاق کی طرف لشکر کشی کی تو اہل اصفہان نے میرے داروغہ کو قتل کر ڈالا۔ اور شیراز والوں نے بھی دائرہ اطاعت سے قدم باہر نکال دیا۔ اسلئے میں نے از سر نو عراق پر فوجکشی کی۔ اور اسی ہزار سوار تیار کر کے اون پر [illegible]ہونا چاہا۔ پھر سوچا کہ اگر اتنا بھاری لشکر ایک ہی مرتبہ عراق میں داخل کردوں گا تو اسکی سمائی بھی نہ ہوسکے گی۔ لہذا فوج کے مختلف ٹکڑے کر ڈالے اور ایک ایک کالم کو پیہم ملک عراق پر حملہ کرنے کا حکم دیا میں نے کل لشکر کے تین حصے کئے۔ اور اون کو اپنے روانہ ہونے سے قبل بھیجا۔ عراق میں جس قدر متفرق لشکر جمع ہوئے تھے۔ وہ میری فوج

کے پہونچتے ہی پراگندہ ہو گئے۔ اور میں نے شیراز پر حملہ کیا۔ شاہ منصور حکمران شیراز میرے مقابلہ میں آیا اور اپنی سزا کو پہنچا۔

تغمش خاں کو شکست دینے کی تدبیر میں یہ کہ میرے اہل سپاہ پانچ ماہ تک دشت قبچاق میں تغمش خاں کا تعاقب کرنے میں مصروف رہے۔ اور اس قدر عرصہ تک آمادۂ جنگ رہنے کے سبب سے سامان رسد ختم ہو چلا تھا تمام لشکر میں قحط اور تنگی پھیل گئی تھی۔ چند دن تو جواری کی دلیا۔ شکار کے گوشت اور جنگلی چڑیوں کے انڈوں ہی پر گذارہ کیا گیا۔ تغمش خاں نے میرے لشکر کا یہ حال سُنا تو وہ سمجھا کہ بس یہی موقع ہے اور مور و ملخ سے بھی بڑھ کر زیادہ لشکر لئے ہوئے میرے مقابلہ میں آموجود ہوا۔ میرے سپاہی فاقوں کے مارے اور بھوک کے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اور تغمش خاں کا لشکر آسودہ اور تر و تازہ تھا۔ میرے ماتحت سردار اور امیر جنگ سے دل چراتے تھے۔ تا آنکہ میرے بیٹوں اور شہزادہ بنائر (ولی عہد) نے میرے روبرو آکر آداب دربار کے مطابق تعظیم کی رسم ادا کی اور جانبازی کا عہد کیا۔

اتفاق سے اُسی وقت تغمش خاں کے کپتان بردار سپاہ نے بھی مجھ سے سازش کرلی۔ اور میں نے یہ رائے قرار دی کہ لڑنا ضروری ہے۔ مگر جب میں

معرکۂ کارزار گرم کردں اس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ شروع ہوتے ہی تقتمش خاں کا نشان بردار فوج فوجی نشان کو گرادے۔ پھر میرے لشکر کے سرداروں اور امیران عظام کو فرزندان کے عہد جاں نثاری کرنے کی خبر ملی۔ تو وہ بھی قوی دِل ہو کر جنگ پر آمادہ اور مستعد ہو گئے۔ میں نے امیرزادہ ابابکر کو آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ فوج ہراول مقرر کیا۔ اور جنگ و پیکار کی آگ روشن ہوتے ہی حکم دیدیا کہ خیمے نصب کر کے کھانا پکانا شروع کردیں۔ جنگ آغاز ہوئے کچھ دیر نہیں گذری تھی۔ کہ تقتمش خاں کی فوج کا علم سرنگوں ہو گیا۔ اور تقتمش خاں با حال تباہ جوجی فیل کے گروہ کو بالکل برباد کرا کے منہزم ہوا اور میدان سی بھاگ نکلا۔

دارالسلام بغداد اور عراق عرب کے مسخر بنانے کی تجویزیں میں نے عراق عجم اور فارس کو پوری طرح مسخر بنا لیا۔ تو اسکے بعد ہی میرے پیر قطب الاقطاب کا والا نامہ صادر ہوا کہ عراق عرب و عجم دونوں کے حکمران مطلق (خدا سے مراد ہے) نے عراق کا سارا ملک تجھی کو بخش دیا ہے۔ اِس سے اشارہ تھا کہ اب عراق عرب پر بھی فاتحانہ حملہ کرے۔

بغداد کے فتح کرنے کی تجویز میں نے یوں کی کہ پہلے سلطان احمد

جلائر کے پاس ایلچی روانہ کیا۔ تاکہ وہ والئی بغداد سلطان کی معاش شجاعت اور تعداد لشکر کے حالات معلوم کر آئے۔ ایلچی نے بغداد سے واپس آکر بیان کیا کہ سلطان احمد محض ایک پارہ گوشت اور معمولی آدمی ہے اس کے دو ہی آنکھیں ہیں۔ یعنی دوربین اور انجام اندیش نہیں۔ اس بات کو سن کر میں نے تائید ایزدی پر بھروسہ کیا اور ایلغار کناں نہایت عجلت کے ساتھ بغداد پہنچ گیا۔ میرے آتے ہی سلطان احمد جلائر بھاگ نکلا۔ اور کربلا کی طرف چلا گیا۔ دارالسلام بغداد میرے قبضہ میں آگیا۔

تقتمش خان کے استیصال کی تدبیر میں نے یوں کی کہ جب تقتمش خاں جوجی خاں کی جماعت کو تباہ کرا کے اور منہزم ہو کر بھاگ گیا تھا اس کے بعد اس نے موقعہ پاتے ہی بھاری فوجیں جمع کیں۔ اور دربند شیروان کے راستوں سے صوبۂ آذربائجان پر لشکر کشی کر کے فتنہ و فساد آغاز کر دیا۔ چونکہ اب میں عراق عجم اور عراق عرب دونوں ملکوں کو مسخر کر چکا تھا۔ اس لئے تقتمش خاں کی بیخ کنی اور اسے قطعی طور پر برباد کرنے کے متعلق مصلحت یہ دیکھی کہ کثیر و بیشمار سپاہ کے ساتھ دربند ہی کے

راستے سے دشت قبچاق میں داخل ہوں۔ میں نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور ان کا سامان دیکھا۔ میری سپاہ کے دستے چار فرسنگ کی مسافت تک صفیں باندھے کھڑے تھے۔ اس بات کا مشاہدہ کر کے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور دریائے تیمور سے عبور کر کے دشت قبچاق میں رہنے والے قبائل اور جرگوں کو فرمانات بھیجے۔ ان میں تحریر تھا کہ اگر میری اطاعت مانو گے تو فائدہ میں رہو گے، اور مجھ سے مقابلہ کرو گے تو برباد جاؤ گے۔

میں ۷۹۰ھ میں دشت قبچاق کے اندر داخل ہوا اور اسکی شمالی سرحد کے انتہائی کنارہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اس حملہ میں میں نے جوجی کے قبیلہ و جرگہ کو جو میری مخالفت کرتا رہتا تھا بالکل غارت اور تباہ کر ڈالا اور اقلیم ہائے پنجم اور ششم کے صوبوں۔ قبائل اور قلعوں کو اپنا مطیع بنا کر کامیاب و فتح مند واپس آیا۔

تسخیر ہندوستان کی تجویز:۔ ہندوستان پر علم فتح و ظفر بلند کرنے کے قبل میں نے فرزند[illegible] طور پر صلاح لی۔ امیرزادہ پیر محمد جہانگیر نے کہا جب ہم مملکت ہند کو فتح کر لیں گے۔ تو وہاں کے مال و زر سے عالمگیر ہو جانا ممکن ہے۔ امیرزادہ

محمد سلطان نے رائے دی کہ ہم ہندوستان کو فتح تو کرلیں گے. لیکن اس
ملک کے بہت سے مستحکم قلعے ہیں۔ اول تو اس میں بہت سے دریا ہیں پھر جنگل اور میدان
اور دوم مسلح سپاہ اور آدمیوں کو شکار کرنے والے تربیت یافتہ جنگی ہاتھی
ان چیزوں سے عہدہ برآ ہونے کا سامان کر لینا واجب ہے۔ امیرزادہ سلطان
حسین نے کہا کہ جب ہم مملکت ہندوستان لے لینگے۔ اسوقت آباد دنیا کے
ایک چوتھائی حصہ پر حکمراں بنجائیں گے۔ امیرزادہ شاہ رخ نے یہ جواب
دیا کہ اس نے ترک کے قوانین میں مطالعہ کیا ہے کہ دنیا میں پانچ بادشاہ
نہایت عظیم الشان ہیں۔ اور ان کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عزت وحرمت
کی وجہ سے لوگ ان کا نام نہیں لیتے۔ بلکہ خاص القاب سے یاد کرتے ہیں
بادشاہ ہندوستان کو رائے کہتے ہیں۔ روم کے بادشاہ کو قیصر۔ ختا اور
چین وماچین کے فرمانروا کو فغفور۔ ترکستان کے جہاندار کو [illegible]
ایران وتوران کے اورنگ نشین کو شاہنشاہ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی
معلوم ہوا ہے کہ شاہنشاہ کا حکم [illegible] ہی رہا
ہے۔ اس لئے کہ ایران وتوران کا ملک ہمارے قبضہ میں آگیا ہی ہمیں
[illegible] ہندوستان [illegible] ظفر بنجائیں۔ غرضکہ فرزندان

والاقدر کی تو یہ رائے ہوئی کہ ملک ہندوستان کی تسخیر ضروری ہے۔ اور اسکا
سامان مکمّل کر کے چلنا ہوگا۔

اور دیگر سرداران سپاہ و سران لشکر نے یہ کہا کہ گو ہم ملک ہندوستان
کو فتح کرلیں گے لیکن اگر ہم نے وہاں قیام اور سکونت اختیار کی تو ہماری
نسل برباد جائے گی۔ اور ہمارے بیٹے پوتے اپنی قومی ترکیب سے خارج ہوکر
ہندی نژاد اور ہندی زبان ہوجائیں گے۔" اور میں نے دیکھا کہ یہ لوگ عزم
تسخیر ہندوستان میں مذبذب ہیں۔ مگر چونکہ میں نے اس بات کو دل میں ٹھان
لیا تھا کہ ضرور ہندوستان کو فتح کروں گا اس لئے اپنے ارادہ کو ترک کرنا چاہا
اور امیران سپاہ کو جواب دیا کہ میں خدائے تعالے کی طرف متوجہ ہوکر
قرآن شریف میں جنگ کی فال نکالتا ہوں۔ پھر تو جو خدا کا حکم ہوگا۔ اُسی
پر عمل کرنا ہوگا۔ اور یہ بات سبھوں نے مان لی۔ میں نے قرآن مجید میں
فال نکالی۔ اور آیتہ کریمہ برآمد ہوئی" یا ایہا النبی جاہد الکفار و المنٰفقین"
علماء دربار نے اس آیت شریف کا مضمون سرداران سپاہ کو سمجھایا۔ تو وہ
سب سر جھکا کر چپ ہوگئے۔ اور میں ان کی خاموشی سے رنجیدہ خاطر
ہوگیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ جو سرداران سپاہ تسخیر ہندوستان

پر راضی نہیں ہوتے ہیں اون کو سرداری کے مرتبہ سے الگ کردوں۔ اور انکی فوجوں اور جماعتوں کو ماتحت افسروں کے حوالہ کردوں۔ یا بے افسر کے اپنے تحت میں رکھوں۔ مگر چونکہ وہ میرے ہی دست پروردہ تھے میں نے ان کو برباد کرنا نہ چاہا۔ اور اُن سے نرمی اور لطف کے ساتھ پیش آیا۔ اگرچہ اون لوگوں نے مجھ کو بہت رنجیدہ اور برہم کیا تھا۔ لیکن جب وہ آخر میں میرے ہم خیال ہو گئے تو میں نے بھی اونکی اس لغزش سے درگذر کی۔ اور اونکی بے حوصلگی کا خیال اپنے دلسے نکال ڈالا۔

اب دوبارہ قرارداد اور مشورہ کرکے چلنے کی صلاح ٹھہرالی۔ تو پیش خانۂ اقبال ہندوستان کی سمت روانگی کے لئے نکالا گیا۔ اور میں نے فاتحہ فتح پڑھا ہندوستان کے پایۂ تخت پر اپنے لشکروں کے متعین کرنے کی [illegible] اس طور پر کی کہ امیرزادہ پیر محمد جہانگیر کو جو تیس ہزار سواروں کے ساتھ کابل میں حکمراں تھا حکم دیا۔ کہ وہ کوہ سلیمان کے راستہ سے ہندوستان میں جائے اور دریائے سندھ کو عبور کرکے صوبۂ ملتان پر حملہ اور اُس کو فتح کرے امیر زادہ مذکور لشکر جرار[1] کا سپہ سالار تھا۔

سلطان محمد خاں امیرزادہ رستم اور دیگر کئی امیروں کو تیس ہزار سواران

[1] لے۔ اجرار جیسے راست۔

برائے اظہار کے ساتھ حکم کیا کہ وہ دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد کوہ کشمیر
کے دامن سے صوبہ لاہور پر حملہ کرنے کو بڑھیں۔ اور خود میں تیس ہزار سواروں کے
ساتھ بعزم جنگ فتح ہندوستان روانہ ہوا۔ چونکہ میرے لشکر کی مجموعی تعداد
۹۲ ہزار سواروں کی تھی۔ اور یہ عدد نام پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کے اعداد بحساب جمل کے ساتھ بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس لئے میں نے
اس کو نیک اور مبارک فال تصور کیا۔ غرضکہ میں سوار ہو کر سرحد بدخشاں کے موضع
اندراب میں خیمہ زن ہوا اور وہاں پر کوہستان کتور کے کافروں کی گوشمالی کر کے
انھیں سیدھا بنایا۔ اور پھر دار الحرب ہندوستان کے راستہ میں اوغانیوں
کی جتھہ شریر جماعت سد راہ اور موجب زحمت تھی۔ ان کو رام اور ہموار کرنے کی میں نے
[illegible] پیا ہوا تھا جس وقت بعض اوغانیوں کا ارادہ ہندوستان میں راہ زنی کرانے اور
[illegible] مدد کو چھیڑنے کا میں نے سن پایا۔ اور معلوم کیا کہ خاص کر موسیٰ خان اوغان
چونکہ [illegible] اور اس نے امیرزادہ پیر محمد کے مقرر کردہ
لشکر شاہ اوغان پر جو کہ میرا چالیس [illegible] تھا اور قلعہ ایراب کی حفاظت کرتا
تھا حملہ کر دیا ہے۔ اور اس کو قتل کر کے تمام ساز و سامان [illegible] میں
موجود تھا [illegible] لیا ہے۔ نیز اسی وقت لشکر شاہ مقتول کا بھائی

ملک محمد بھی میرے دربار میں آکر فریادی ہوا۔ کہ موسیٰ خاں نے ظلم و تعدی کرکے اوسکے بھائی کو قتل کردیا ہے۔ میں نے مصلحت و تدبیر سے کام لیا۔ اور حکم دیا کہ ملک محمد کو قید کرلیں۔ اور موسیٰ خاں کی نسبت برملا کہا کہ وہ میرا ہواخواہ اور مخلص ہے۔ میرے سرداران سپاہ و امیران دربار کو میری یہ حرکت ناگوار گذری۔ اُنہوں نے مجھے ظالم و ناحق کوش کہا۔ میں نے اسکی کوئی پرواہ نہیں کی۔

موسیٰ کو ملک محمد کے قید کئے جانے اور میرے کلام کی خبر ملی۔ تو وہ قوی دل ہوگیا اور جونہی میرا فرمان طلبی جو میں نے اُسکے نام بھیجا تھا اوسے ملا بے وحشت و بلا تامل حاضر ہوکر قلعہ میری نذر کردیا۔ اور جس وقت میں اوس قلعہ کی سیر کو گیا ہوں موسیٰ ہی کے سپاہیوں میں سے کسی نے [illegible] یہ تیر مارنے والے نے مجھے تاک کر چلایا تھا مگر قدرت کردگار سے [illegible] لے اور وہ گنا ہگار اپنی کرنی کا بدلہ پاگیا۔ یوں ہندوستان کا راستہ بے خرخشہ کھل گیا۔

سلطان محمود حاکم دہلی اور ملو خاں کو شکست دینے اور نیچا دکھانے کی تدبیریں میں نے یوں کی۔ کہ سلطان محمود اور ملو خاں پچاس ہزار فوج

سوار اور پیدل اور ایک سو بیس جنگی ہاتھیوں سمیت قلعہ دہلی میں قلعہ بند

ہو کر مجھ سے جنگ مدافعت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ میرے دل میں اندیشہ

آیا کہ اگر میں قلعہ دہلی کو فتح کرنے کا پابند ہوتا ہوں تو ممکن ہے کہ یہ کام دیر

طلب نکلے۔ اور بات مدتوں پڑ جائے۔ اسلئے اپنے دل میں یہ صلاح قرار دی

کہ اپنے آپ کو عاجز اور بے حوصلہ نمایاں کر کے دشمن کو میدان میں نکل

آنے کا حوصلہ دلاؤں اور کھلے میدان میں اس سے جنگ کروں۔ یہ قرار داد

کرتے ہی حکم دیدیا کہ میرے کیمپ کے گرد خندق تیار کی جائے۔ اور کیمپ از خوب

مورچہ بند بنا لیا جائے۔ پھر ایک مختصر فوج کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے

روانہ کیا اور انہیں سمجھا دیا کہ دشمن کے مقابلہ [illegible] اور خائف ہو کے

پسپا ہو آئیں۔ تاکہ غنیم کا حوصلہ بڑھے اور وہ دلیری کر کے میدان میں نکلے

میری یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ غنیم نے دیکھا کہ وہ غالب ہے۔ اس کی عقل

ماری گئی۔ اور از راہ حماقت و بدبختی میدان میں نکل کر میری ظاہر فوجوں کے

بالمقابل آیا۔ سلطان محمود حاکم دہلی نے [illegible]۔ یہ جنگ کی ابتدا

کی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شکست کھا کر [illegible]

سپاہ کے لوگوں کو بے شمار غنیمت اور مال و زر اس جنگ میں حاصل ہوا

اور میں نے ایک سال کے اندر ہی ہندوستان کے دارالملک کو فتح کرکے ہی سال کے
آخری ایام میں اپنے دارالسلطنت کو واپس بھی آگیا۔

ممالک گرجستان کے فتح کرنے کی تدبیر۔ ہندوستان سے مظفر و منصور
واپس آکر میں ابھی اس سفر دور دراز کی تھکن بھی دور نہ کرسکا تھا کہ اتنے ہی
میں عراقین کے حاکموں کی عرضیاں مجھے ملیں۔ اُنہوں نے لکھا تھا کہ
گرجستان کے لوگ اپنی حد سے باہر قدم رکھتے ہیں۔ اور میرے ممالک پر دست
درازی کر رہے ہیں۔ مجھے تو ہمیشہ فکر یہی رہتی تھی۔ کہ بادشاہوں کے لئے
جنگ اور پھر وہ بھی [illegible] سے بڑھ کر اور کوئی اچھا کام نہیں ہو
سکتا۔ اور ملک گیری و جہاں ستانی ہی ان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ اب
جو بے ایمان گرجستان کی سرکشی اور شرارت کی خبر ملی۔ مجھے بھی بہتر نظر آیا۔
کہ جلدی ان کو دفع [illegible] ضروری ہے۔ ورنہ تاخیر کرنے اور ڈھیل [illegible]
میں احتمال ہے۔ کہ کہیں ممالک مقبوضہ کے مفسد بھی شورش نہ برپا کردیں
پس عجلت سے کام لیا۔ اور ہندوستان کے حملے سے جو سپاہی واپس آئے تھے
ان کو یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو اس جنگ پر چلیں۔ یا آرام و استراحت کے
لئے اپنے گھروں میں رہیں۔ خراسان قندہار سیستان [illegible] ان۔

گیلان ۔ مازندران اور فارس کے لشکروں کے نام پروانے صادر کیے کہ
وہ مستعد جنگ ہو کر اصفہان کے اطراف میں لشکر ظفر پیکر سے آملیں۔
میں نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک ملک کے شوریدہ سر اور زبردست لوگوں کو منتشر
اور متفرق کر دوں۔ تاکہ میری غیبت میں وہ کسی قسم کا فتنہ و فساد نہ کر سکیں
چنانچہ خراسان و فارس کے بعض زبردست سرغناؤں کو ملک توران
میں بھیجدیا۔ اور خراسان و فارس کی مملکت کو ان کی مخالفت کے اندیشہ
سے پاک بنالیا۔ پھر کمر ہمت چست کر کے گرجستان کے قلعوں کی تسخیر پر
متوجہ ہوگیا۔ میں ہر امر میں اس رائے پر عمل کرتا جس کو سپاہی بھی پسند
کرتے تھے۔ خود فولادی سر پر۔ زرہ داؤدی جسم میں۔ شمشیر مصری کمر پر پہن
کر سکار جنگجوئی اور معرکہ آرائی کے تخت پر بیٹھا۔ اور توران کے
دلیروں۔ خراسان کے بہادروں۔ اور مازندران و گیلان کے جوانمردوں
کو صلائے جنگ و صید افگنی دشمن دے کر سیواس اور گرجستان
کے قلعوں کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ خلقی مفسدوں کی جو جماعتیں ان قلعوں
میں رہتی تھیں سب کی قطعی بیخکنی کر دی۔ اور ان قلعوں سے جس قدر مال
ملا ان کو ظفر مند سپاہ پر تقسیم کر دیا۔ اسی سلسلہ میں آذربائجان کے

مفسدوں اور اوباشوں کی بھی گوشمالی کی۔ اور اس کے بعد ملطیہ کے قلعوں کو فتح کرنے چلا گیا۔

ملطیہ کے قلعوں اور علاقہ کی تسخیر سے مطمئن اور فارغ ہو کر اگلے ہاتھوں حلب اور حمص کی ولایتوں کو بھی مسخر کرنے کا خیال دامنگیر ہوا۔ اور یہ صوبے تھوڑی سی توجہ ہی میں فتح کر لئے گئے۔ زاں بعد مصر و شام کے ملکوں پر عزم لشکرکشی کیا اور انکی تسخیر کے ارادہ سے چلا۔

تدبیر تسخیر مصر و شام۔ قیصر روم نے یہ سنا کہ میں نے سیواس اور ملطیہ اور اون کے ماتحت مقامات کے قلعوں کو فتح و تسخیر کر لیا ہے۔ اور اس کے جتنے لشکر اس قلعوں میں پہنچے سب متفرق اور منتشر بنا ڈالا ہے۔ تو قیصر کی غیرت کو جوش آیا۔ اور وہ قرا یوسف ترکمان کے اغوا سے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔ قرا یوسف ترکمان میرے لشکر کے حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور قیصر روم کی پناہ میں چلا گیا تھا۔ اسی نے قیصر کو میرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار و اغوا کیا۔

قیصر کی شامت اور بربادی کا وقت تو آہی گیا تھا قرا یوسف کی ترغیب ایک بہانہ ہو گئی۔ اور اس نے زبردست جمعیت کے ساتھ میرے

مقابلہ کے لئے فوجکشی کی۔ قیصر نے اس حملہ میں مصر و شام کے ممالک کی فوجوں کو بھی اپنی مدد کیلئے طلب کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں بھی اپنے لشکر کے تین حصے کر ڈالوں تو بہتر ہے۔ رہ گئی فتح و شکست یہ دونوں باتیں پردۂ تقدیر میں مخفی ہیں۔ کوئی نہیں جان سکتا کہ کامیابی کس کے حصہ میں آئیگی۔ اور کون ناکامی کا منہ دیکھیگا۔ میں نے اپنے سپہ سالاران افواج سے جنگ کے بارہ میں مشورہ کیا۔ تو انہوں نے سپاہیوں کی سی رائے دی۔ اور لڑائی کو کہا۔ انکی رائے تھی کہ خود ہی جنگ کی ابتدا کرنی چاہیئے۔ مگر میں نے اپنے دل کو ٹٹولا۔ تو اس نے یہ تجویز بتائی کہ قیصر کی آگ اور اسکے جوش و خروش کو نرمی و گرمی کے ساتھ بجھاؤں۔ اسلئے میں نے قیصر کو ایک خط لکھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا۔

"اس خدائے زمین و آسمان کا شکر ہے جس نے ہفت اقلیم کے اکثر ملکوں کو میرے زیر فرمان بنا دیا ہے اور بادشاہوں اور حکمرانوں نے اسی عنایت و رحمت سے میری اطاعت کا حلقہ اپنے دل و جان میں ڈالا ہے جو بندہ اپنی حد کو پہچان کر پھر اپنی حد کے دائرہ سے باہر دلیری کا قدم نہ رکھے اسپر خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ یہ تو تمام دنیا کو معلوم ہے کہ تیرا نسب

اور تعلق کہاں جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے تیرے مناسب حال یہی ہے کہ جرأت دبیباکی کا قدم نہ بڑھائے۔ اور اپنی تئیں بیٹھے بٹھائے آفت و مصیبت کے بھنور میں نہ پھنسائے۔ بدبختوں اور دولت کے راندے گئے لوگوں کی ایک جماعت کے بہکانے سے جو اپنی اغراض حاصل کرنے کیلئے تیرے دامن میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔ اور سوتی بھڑوں کو جگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فریب میں نہ آؤ اور فتنہ و بربادی کا دروازہ اپنے روبرو نہ کھولو تمہیں چاہیئے کہ قرا یوسف کو خود میرے پاس ارسال کردو۔ ورنہ پردۂ تقدیر میں جو کچھ مخفی ہے۔ وہ دونوں لشکروں کے مقابلہ میں آنے کے بعد تم پر آپ ہی کھلجائے گا۔

یہ خط تجربہ کار ایلچیوں کے ہاتھوں قیصر کو بھیجا اور جب تک ادھر سے کوئی جواب آئے۔ اس عرصہ میں اپنی مصلحت اور بہتری اسی بات میں دیکھی کہ ملک شام کے پایۂ تخت پر حملہ کردوں چنانچہ میں حلب اور حمص کے راستہ سے روانہ ہوگیا حلب میں پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا کہ ملک فرج بن ملک برقوق میرے آنے کی خبر پاکر مصر سے دمشق کو آرہا ہے۔ میں نے اسبات کا علم ہوتے ہی عجلت کے ساتھ کوچ کیا۔ تاکہ مصر اور شام کی فوجوں کو باہم نہ ملنے دوں۔ لیکن ملک فرج نے پیشدستی کرکے دمشق میں داخلہ کر لیا تھا۔ اور میں

اسکے پیچھے ہی پیچھے آپہنچا اور میں نے دمشق کو فتح کرلیا۔

ممالک روم کی فتح اور قیصر کو نیچا دکھانے کی تدبیر۔ ملک شام کو فتح اور اُسپر تسلط کر لینے کے بعد میں نے مصر و شام کے بادشاہ ملک فرّج کو اپنے مقابلہ سے گریزاں کردیا تھا۔ کہ اتنے میں میرا ایلچی قیصر روم ایلدرم کا لغو اور غضب آور جواب بھی لے کر آگیا۔ اور اس نے زبانی عرض کیا کہ قیصر[1] نے مصر و شام کی افواج کو منہزم ہونے کی خبر سُنی تو وہ نہایت فکرمند اور برہم ہوا اور اب خود آپکے مقابلہ پر آنے کا سامان کررہا ہے۔

میں دمشق اور ملک شام کے دیگر شہروں کو تسخیر کرکے موصل کے راستہ سے بغداد میں وارد ہوا۔ اور یہ تجویز کی کہ وہاں سے صوبہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوں۔ تاکہ اگر قیصر اپنے ارادہ پر جا ہوا ہے تو اس کا پتہ چل جائیگا۔ خود تبریز کو جاتے ہوئے چند امیرزادوں کو زبردست فوجوں کے ساتھ بغداد پر حملہ کرنے بھیجا۔ حاکم بغداد سُلطان احمد جلائر نے اپنے ایک نوکر فرّخ نامی کو قلعہ داری کا سامان اور کثیر سپاہ دیکر شہر اور قلعہ

[1] قیصر بادشاہان روم کا قدیم لقب ہے اور مسلمان فرمانروا جنہوں نے قیاصرہ روم سے اس شہر کو چھینا سلاطین کہلاتے ہیں۔ سُلطان بایزید ایلدرم عثمانی ترک فرمانروا کو تیمور قیصر لکھتا ہے نہ سلطان۔ (مترجم)

کی حفاظت کیلئے چھوڑ گیا تھا۔ میرے امیرزادے بغداد میں پہونچے اور اُنہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ امیرزادگان نے یہ سب حال مجھکو لکھا اور مینے مصلحت یہ دیکھی کہ خود جاکر بغداد کے قلعہ اور شہر کو فتح کردوں چنانچہ میں تبریز کے راستہ ہی پلٹ پڑا اور یلغار کرکے بغداد آپہنچا۔ یہاں سپاہگری احتیاطوں اور تدبیر اور قلعہ گیری کے سامان کرکے دو ماہ اور چند دن کی مُدت کے بعد آخر قلعہ اور شہر دونوں فتح کرلئے۔

فرخ قلعہ دار ناکامی و ہزیمت کی شرم سے دریائے دجلہ میں ڈوب مرا۔ میں شہر کے اندر داخل ہوا اور حکم دیدیا کہ شہر کے تمام اوباش اور مفسد آدمیوں کو قتل کردیں۔ اور شہر کی فصیل اور قلعہ کی عمارت کو منہدم کرکے زمین کے برابر کرڈالیں۔

اور اس ظفرمندی کے بعد میں بغداد سے آذربائیجان کیطرف واپس گیا اور کچھہ عرصہ تک اس ملک میں قیام پذیر رہا۔

میں تبریز میں اقامت گزیں تھا کہ یہ خبر سنی کہ قیصر روم نے حلب حمص اور دیار بکر پر اپنی فوجیں مامور کی ہیں۔ اور قرا یوسف ترکمان جو مجھ سے بھاگ کر قیصر کے پاس پناہ گزیں تھا لوٹ مار اور اُن

قافلوں کو ستانے اور لوٹنے میں مصروف ہو جو کہ حرمین شریفین کو آتے جاتے ہیں۔ نیز اسی وقت ایک جماعت آئی اور وہ قرا یوسف کے ظلم و ستم سے فریادی اور داد خواہ ہوئی۔ اب مجھ پر واجب ہو گیا کہ قرا یوسف کو اسکے اعمال کی سزا دوں۔ اور قیصر کو بھی خواب غفلت سے بیدار کروں۔

اس بارہ میں میں نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک ماتحت شہر اور قبیلہ سے ایک ایک فوج طلب کروں اور ان کو فراہم کر کے قیصر پر حملہ آور ہوں جس وقت یہ سب لشکر آکر اکٹھے ہو گئے۔ میں نے ماہ رجب ۸۰۴ھ میں آذربائجان سے قیصر کے ساتھ معرکہ آرائی کا ارادہ کر کے کوچ کر دیا۔ اپنی کچھ فوجوں کو پہلے ہی سے مقرر کر دیا تھا کہ وہ مملکت روم پر حملہ آور ہوں۔ اور ان کے بعد ایک فوج مامور کی کہ وہ لشکر جرار کی منزلوں اور سامان رسد رسانی کا ملاحظہ و انتظام کرتی رہے۔ پھر انگوریہ کے راستہ سے روانہ ہو گیا۔ قیصر چار لاکھ پیادہ و سوار سپاہ کی جمعیت سے میرے مقابلہ اور مدافعہ کیواسطے بڑھا اور ہمارے لشکروں میں باہم جنگ ہونے لگی۔ اس معرکہ میں بھی میری ہی فتح ہوئی۔ اور قیصر کو میرے سپاہی گرفتار کر کے میرے حضور میں لائے۔ اور میں اسکے بعد سات سال کی یورش کو

ختم کرکے مظفر ومنصور سمرقند کو واپس آگیا۔

تزوکات تیمور

مقالہ دوم

(قوانین وآئین جہانگیری وجہانداری)

فرزندان ۔ ملک گیر کامگار، اور بنائر ذوی القدر جہاندار!

واضح ہو کہ مجھے خدائے پاک وبرتر کی درگاہ سے اس بات کی امید ہے کہ میرے فرزندوں اور بیٹے پوتوں میں سے بہت آدمی سلطنت وحکمرانی کی مسند پر متمکن ہونگے۔ اسلئے میں اپنے امور سلطنت کے متعلق قواعد وآئین بناکر اور کے دستور العمل کو قید تحریر میں لارہا ہوں۔ تاکہ میرے فرزندوں اور بیٹوں اور پوتوں میں سے ہر ایک اسی کے مطابق عمل کرکے میری اس سلطنت وشاہنشاہی کی حفاظت کرتا رہے جس کو میں بڑی تکلیفوں مصیبتوں۔ رنجشوں اور معرکہ آرائیوں کے ذریعہ حاصل کرسکا۔ اور محض خدا کی تائیدوں اور ملّت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلّم اور آن حضرت کی آل پاک اور اصحاب کرام کی دوستی کی برکتوں سے اِس پر فائز ہوا ہوں۔

میری غرض یہ ہی کہ میرے جانشین اپنے امور سلطنت وحکمرانی میں
قواعد وضوابط کو دستور العمل بنائیں تاکہ جو دولت وسلطنت مجھ سے
ان کو ملیگی وہ خلل اور زوال سے مامون رہی۔

اب فرزندان کامیاب نامدار۔ اور بنائر ممالک ستان ذوی الاقتدار
کا طریقہ یہی ہونا چاہیئے کہ جس طرح میں نے بارہ باتوں کو اپنا طریقہ بناکر
سلطنت حاصل کی۔ اور ان بارہ امور ہی کے ذریعہ ملک گیری اور حکمرانی کرکے
اپنے تخت فرمانروائی کو زیب و زینت دی۔ وہ بھی انہیں قواعد وضوابط
پر عمل کریں۔ اور میری اور اپنی سلطنت کی حفاظت میں سرگرم رہیں۔
میں نے اپنی سلطنت و فرمانروائی کے جو قواعد باندھ رکھی تھی از انجملہ
اوّل قاعدہ یہ تھا کہ دین خدا اور شریعت محمد مصطفےٰ صلعم کو دنیا میں رواج
دوں اور ہمیشہ ہر جگہ دین اسلام کی تقویت کرتا رہوں۔

دوم یہ کہ میں نے بارہ طبقہ وگروہ کی جماعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں
اور فرمانروائی کی۔ میں نے اپنی سلطنت کے ارکان کو انہیں کے ذریعہ سے مستحکم
بنایا۔ اور اپنی مجلس کو بھی انہیں سے آراستہ کیا۔

سوم یہ کہ مشورہ۔ تدبیر۔ ذیرکی۔ احتیاط اور دوراندیشی وانجام بینی

کے وسیلے سے زبردست ... کو منہدم بنایا اور ملکوں کو قبضہ میں لایا۔ اور اپنی سلطنت کے کاروبار کو نرمی۔ درگذر، تحمل اور چشم پوشی کے ساتھ انجام دیتا رہا۔ دوستوں اور دشمنوں دونوں سے سلوک مہربانی کی۔

چہارم۔ تورہ وضابطہ کے ساتھ اپنے کارخانہ سلطنت کی حفاظت اور اس کا بند و بست کیا۔ اور اسی پابندی آئین وضابطہ کے ذریعہ اپنی تئیں ایسی مرتبہ پر قائم رکھا کہ امیر و وزیر اور سپاہ و رعایا ان میں سے ایک کو بھی اپنے مرتبہ سے تجاوز کرنے کی توانائی نہ مل سکی۔ اور سب کو حفظ مراتب کا پاس و لحاظ رکھنے کی سخت تاکید رہی۔

پنجم میں نے اپنے سرداران فوج اور سپاہیوں کو سب سے اول رکھا اور ان کو زر و زیور سے خوش بنایا۔ ان کو بزم سرور میں بار دیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے میدان جنگ میں جانبازیاں کیں۔ میں نے روپیہ پیسہ کو بھی سپاہ کے حوالہ کرنے میں تردد و تامل نہیں کیا۔ بلکہ ان کے کاموں کو آسان بنانے کیلئے ان کی محنت و مشقت کو اپنے ذمے لیتا تھا۔ اور سپاہیوں اور افسران سپاہ کی تربیت کرتا رہتا۔ تاآنکہ مردمی و مردانگی کے بازو اور امیروں اور سپہ سالاروں اور بہادروں کے اتفاق کی بدولت

ستائیس بادشاہوں کی تخت گاہوں کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اور ایران توران روم مغرب۔ شام مصر عراق عرب و عجم۔ مازندران۔ گیلانات۔ شروانات آذربائجان۔ فارس۔ خراسان۔ دشت جتہ۔ دشت قپچاق۔ خوارزم۔ ختن۔ کابلستان۔ سرزمین باختر اور ہندوستان کا بادشاہ اور فرمانروا بنا۔ اور جس وقت سے قبائے بادشاہی زیب جسم کی راحت و آرام اور عیش و عشرت سے ترک تعلق کرلیا۔ بارہ برس کی عمر ہی سے شہسواری اور برداشت مصائب و تکالیف کی عادت ڈالی۔ فوجوں کو ہزیمت دی۔ فوج اور سرداران سپاہ سے دشمنی اور بدزبانی دیکھی۔ اور سنی۔ مگر برداشت اور چشم پوشی کرکے بات کو آ ا گیا کر دیا۔

ششم۔ عدل و انصاف کے ساتھ خلق خدا کو اپنی طرف سے خوش رکھا۔ گناہگار اور بے گناہ دونوں پر رحم و کرم ہی کیا۔ ہمیشہ حق اور سچا فیصلہ کیا۔ لوگوں کے دلوں میں احسان و اکرام کے ذریعہ گھر بنایا۔ رعایا کو سیاست و انصاف کے بابین خوف و رجا کی حالت میں رکھا۔ نہ بالکل اپنی طرف آزاد بنا دیا۔ اور نہ حد سے زیادہ سخت گیری کی۔ رعایا اور ماتحتوں پر ہمیشہ نظر ترحم رکھی۔ اور فوج کو انعام دیتا رہا۔ مظلوم کا حق ظالم سے

دلا دیا۔ اور کسی پر مالی یا بدنی ظلم کرنے کا پختہ ثبوت ملا تو قوانین شریعت کے
مطابق اس کو سزا دی۔ کسی کو دوسرے کے گناہ میں ہرگز نہیں پکڑا۔

جن لوگوں نے مجھ سے بدیاں کی تھیں اور مجھ پر تلواریں اٹھائی تھیں
یعنی مقابلہ میں آئے تھے۔ میرے کام بگاڑے تھے اور ایک بار نہیں۔ بلکہ
بار بار جب وہ میری طرف رجوع اور پناہ لائے ہیں میں نے ان کی عزت و حرمت
کر کے ان کا رتبہ بڑھایا۔ اور ان کی بداعمالیوں کو فراموش کر دیا۔ اور
ان سے ایسا سلوک کیا کہ اگر ان کے دل میں میری طرف سے کوئی خدشہ
بھی تھا تو وہ بالکل دور ہو گیا۔

ہفتم۔ سادات۔ علما۔ اور مشائخ کو اور دیگر عقلمند اور دنیا کے حالات سے
باخبر تاریخ دانوں کو اپنی صحبت میں چن لیا۔ ان کی تعظیم اور توقیر کی۔
بہادروں اور شجاعت والوں سے خاص طور پر محبت رکھی۔ کیونکہ خدائے
پاک بھی شجاع آدمی کو پسند فرماتا ہے۔ علما کے ساتھ صحبت رکھنا اور
صاحب دل بزرگوں کی خبرگیری اور خاطرداری کرتے رہنا اپنا شیوہ
بنایا۔ اہل دل اور درویشوں سے دعائے خیر کا طالب ہوا۔ اور ان کے
متبرک انفاس سے فاتحہ (کشائش کار) کی خواہش کی۔ درویشوں اور فقیروں

سے محبت رکھی۔ اور کبھی ان کو آزردہ اور محروم نہیں بنایا۔ اپنی مجلس میں شریر النفس اور بدگو آدمیوں کو آنے ہی نہ دیا۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی آ بھی گیا تو اس کی بات پر توجہ اور عمل نہ کیا۔ اُنہوں نے ہزار بار چغلیاں کھائیں اور دوسروں کی بُرائیاں بیان کیں۔ مگر مینے انکی بات سُنی ہی نہیں۔

ہشتم میں نے ارادہ کی پختگی سے کام لیا جس کام کے کرنے کا ارادہ کر لیا پس اپنی تمام توجہ اور ہمت اسکی طرف لگا دی۔ اور جب تک وہ کام پورا نہ کر لیا اسکی طرف سے ہاتھ نہیں روکا۔ میں اپنے قول کا پختہ تھا۔ جو کچھ کہتا وہی کرتا۔ میں نے کسی پر سخت گیری نہیں کی۔ اور نہ کوئی کام تنگی اور بخل کے ساتھ کیا۔ یہ اسلئے کہ خدائے تعالےٰ بھی مجھ کو سخت نہ پکڑے۔ اور میرے کام کو مجھ پر تنگ و دشوار نہ بنا دے۔ گزشتہ اور پیشین بادشاہوں کے قانون اور طرز عمل کے متعلق ہمیشہ علما و مورخین سے سوال کرکے ہر ایک کے اطوار و افعال اور طرز حکومت و طریقہ معاشرت سے آگاہی پانے کے بعد ان سبھوں کی بہترین عادات اور پسندیدہ ترین اوصاف کو چن کر ایک نہایت قیمتی دستور العمل بنا لیا۔ یہی دریافت کرتا رہتا تھا کہ آخر زمانہ کے سلف بادشاہوں کی سلطنتوں میں کن اسباب سے زوال آیا۔ اور کیا وجہ ہوئی کہ انکی

سلطنتیں منتقل ہو کر دوسروں کے قبضہ میں چلی گئیں۔ پھر ان امور کو معلوم کر کے خود ان سے پرہیز کیا۔ اور ظلم و بدکاری جو کہ نسل کو بند کر دیتی اور قحط اور وبا کی آفتیں لاتی ہیں ان سے محترز رہنا بحد ضروری خیال کیا۔

نہم۔ رعایا اور برایا کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ ان میں سے بڑے بڑے لوگوں اور سرداروں کو اپنا بھائی۔ اور چھوٹے لوگوں اور عام مخلوق کو اپنے فرزند کی بجائے خیال کیا۔ میں نے ہر ایک ملک اور شہر کے مزاج اور وہاں کے باشندوں کی طبیعت سے بھی آگاہی بہم پہنچائی۔ ہر ملک کے رہنے والوں اور وہاں کے اشراف اور سرداروں سے راہ و رسم اور میل جول پیدا کیا۔ ان کے مزاج اور طبیعت کا رنگ معلوم کر کے اسی کے موافق ان پر حاکم مقرر کیا۔ مجھ کو ہر وقت ہر ملک کے حالات کی پوری خبر رہتی تھی۔ سچ لکھنے والے با دیانت اخبار نویس ہر ایک صوبہ و ملک میں مقرر کر رکھے تھے۔ کہ وہ سپاہ اور رعایا کے اوضاع و اطوار۔ اعمال و افعال اور ان کے باہم پیش آنیوالے معرکوں کی خبریں مجھ کو لکھتے رہیں۔ اگر ان پرچہ نویسوں کی تحریر مجھہ کو خلاف راستی معلوم ہوتی تھی۔ اور ثبوت مل جاتا تھا کہ فی الواقع انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ان کو سزا دیتا تھا۔ اور حاکم اور سپاہ و رعایا کے ظلم و جور کی جو خبر پاتا اسکا تدارک اپنے انصاف و عدل سے کر دیتا تھا۔

دہم - ترک - تاجیک عجم اور عرب کے قوموں میں سے جس گروہ اور قبیلہ نے میرے قلمرو میں آکر پناہ لی اور میری اطاعت قبول کی ان کے سرداروں کا میں نے نہایت اعزاز و احترام کیا۔ اور عام اہل اقوام سے ان کے حسب حال فرداً فرداً مہربانی کی۔ ان میں سے جو لوگ اچھے اور نیک تھے ان کے ساتھ نیکی اور احسان کیا۔ اور بدوں کو ان کی بدی کے حوالہ کر دیا۔ کہ وہ خود ہی اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائیں گے۔ مجھ سے جس شخص نے دوستی اور نمک حلالی کی اسکی دوستی کی قدر میں نے فراموش نہیں کی۔ اس کے ساتھ برابر مروت اور احسان کیا۔ اور جس نے میری خدمت کی میں نے بھی اسکی خدمت کا حق ضرور ادا کیا۔ اگر کسی نے میرے ساتھ دشمنی کی اور بعد میں وہ اپنی دشمنی پر پشیمان ہو کر پھر میرے زیر سایہ آگیا اور شرط آداب و اطاعت بجا لایا اسکی دشمنی میں نے فراموش کر دی۔ اور اسکی دوستی و محبت پر اعتماد کر لیا چنانچہ شیر بہرام ایک قبیلہ کا امیر اور میرا رفیق تھا۔ لیکن عین کام کے وقت میں مجھ کو چھوڑ گیا۔ دشمن سے جا ملا۔ اور میرے مقابلہ پر آیا۔ آخر میرے نمک نے اس کو پکڑا۔ اور وہ پھر آکر میرا مطیع بن گیا۔ چونکہ وہ ایک اصیل اور مردانہ آدمی تھا اور خدمت گذاریاں کر چکا تھا میں نے اسکی بدسلوکیوں کو

نظر انداز کر دیا۔ اور اُسے عزت و حرمت کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھ کر اس کا مرتبہ بڑھایا۔ اور اس کی مردانگی کی وجہ سے اُس کے گناہوں کو بخش دیا۔

یازدہم۔ فرزندوں۔ عزیزوں۔ دستوں اور ہمسایوں اور اون لوگوں کو جو میرے دوست و آشنا اور شناسا تھے دولت و نعمت کے وقت میں سب کی خاطر داری اور مدد کرتا رہا۔ اور اُن کا حق ادا کر دیا۔ فرزندوں اور عزیزوں کے ساتھ رشتہ و قرابت کا سلسلہ نہیں توڑا۔ اور اُن کے قتل کرنے یا قید کئے جانے کا کبھی حکم نہیں دیا۔ جس شخص کو جس کینڈے اور طبیعت کا جان لیا تھا اوس کے ساتھ اپنی شناخت کے موافق سلوک کرتا رہا۔ اور چونکہ دنیا کا نیک و بد بہت کچھ دیکھا تھا۔ اور بڑے تجربے اٹھائے تھے اسلئے دوست و دشمن سب سے سازگاریاں کرنے میں کامیاب ہوا۔

دوازدہم۔ دوست اور دشمن دونوں کی فوجوں اور سپاہیوں کو عزیز خیال کیا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی ہمیشہ رہنے والی چیز یعنی جان و ایمان کو فانی مال کے عوض میں فروخت کیا کرتے ہیں۔ اور امید انہائے جنگ میں جانبازیاں اور سرفروشیاں کرتے رہتے ہیں۔ جس جوانمرد نے

دشمن کی طرف ... وہ اپنے آقا و ولی نعمت سے سچی محبت رکھنے والا پایا گیا۔ میں نے اُس کی بڑی قدر کی۔ اور اس کو دل سے پسند کیا۔ ایسا جو شخص میرے پاس آیا میں نے اُسے اپنا معتمد بنایا۔ اور اُس کو سچا وفادار مانا ... سپاہی ... وہ وفاداری کو فراموش کر کے کام کے وقت اپنے ملک و آقا کو دغا دی اور سے روگرداں ہو کر میرے پاس چلا آیا۔ اوسکو میں نے بدترین دشمن جانا اور اُسی مرتبہ میں رکھا۔ تو قتمش خاں سے جنگ ہونے کے وقت اُس کے ماتحت سرداروں نے مجھے ... اور عریضے بھیجے۔ اور اپنے آقا اور مربّی تو قتمش خاں کا حق نمک فراموش کر کے میرے ساتھ آملنے کو آمادہ ہو گئے میں نے اُن کو بہت سخت ملامت کی۔ اور جب وہ میرے پاس آ گئے تو میں نے دل میں سوچا کہ انہوں نے اپنے قدیم مالک سے دغا کی۔ تو میرے ساتھ کیا وفا کرینگے۔

چونکہ مجھے یہ تجربہ ہو گیا تھا کہ جو سلطنت کسی دین و آئین پر قایم نہ ہوا اور قواعد و قوانین سے استوار نہ کی جائے اُس سلطنت میں شان و شکوہ اور بند و بست ہرگز نہیں رہ سکتا۔ اور اوس کی حالت ایک ننگے آدمی کی سی ہوتی ہے۔ کہ اوس کو ہر ایک دیکھنے والا شرم و خجالت سے اپنی آنکھیں

بند کرلے۔ بلکہ ایسی سلطنت بے دروازہ اور چھت و دیوار کے گھر کی طرح ہوتی ہے جسمیں ہر کس و ناکس داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی سلطنت کی بنیاد کو اسلام کے دین و آئین اور قواعد و قوانین کے تقرر سے استحکام بخشا۔ اور ملک رانی و حکومت جو امور و واقعات میرے پیش آتے انھیں ہمیشہ آئین و ضابطہ کے مطابق انجام دیا کرتا تھا۔

سب سے پہلا قاعدہ جو میرے دل میں آیا یہ تھا کہ شریعت محمدیہ صلعم کی ترویج و تکمیل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں نے اپنے ماتحت ممالک و صوبجات میں اسکو رواج دیا۔ اور استحکام بخشا۔ اور اپنی سلطنت کو پابندی شریعت کے ساتھ آراستہ بنایا۔ دین مبین کے رائج کرنے کا یہ ڈھنگ اختیار کیا۔ کہ ایک ذی مرتبہ سیّد کو تمام مسلمانوں کا صدر و سردار مقرر کیا کہ وہ اوقات کی پابندی کرائے۔ اور متولیان مساجد اور امور دین کو مقرر کرے۔ ہر شہر اور بستی میں قاضیوں اور قاضی القضاۃ مفتی اور محتسب کی تعین کرے۔ اور سادات۔ علما مشائخ۔ اور اہل استحقاق کے وظیفے اور جاگیریں مقرر کرتا رہے۔ فوج کے لئے جداگانہ قاضی مقرر کیا اور رعایا کے واسطے الگ قاضی کا تقرر کیا۔ ہر صوبہ و ملک میں ایک

شیخ الاسلام کا تقرر کرکے بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو گناہ اور شرعی خلاف ورزیوں سے روکے اور نیک اور اچھے کام کا حکم دے۔ یہ بھی حکم دیا کہ تمام شہروں میں مسجدیں اور خانقاہیں بنائی جائیں۔ عام سڑکوں پر جہاں منزلیں ہوا کریں۔ سرائیں تعمیر کی جائیں۔ اور دریاؤں پر پل باندھے جائیں۔ مسلمانوں کو دینی مسائل اور شرعی عقائد کی تعلیم عام دینے کیلئے ہر شہر میں نامور علما و مدرسین کو مقرر کیا۔ کہ وہ علوم دینیہ یعنی تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس مسلمانوں کو دیتے رہیں۔

میرا حکم تھا کہ ممالک محروسہ کے صدر الصدور اور قاضی اسم شرعی امور کو میرے حضور میں پیش کرتے رہیں۔ اور وزیر انصاف کا تعین اس غرض سے کیا گیا تھا کہ وہ سپاہ اور رعایا کے عرضی مرافعات کو میرے پیش گاہ میں پہونچایا کرے۔ میری ان دینی کوششوں کا مبارک نتیجہ یہ نکلا کہ اہل اسلام کو دینی قوانین و قواعد کے اجرا اور اسلام کی ترقی و شان کا علم حاصل ہوا۔ اور اس زمانہ کے نامور علمائے اسلام نے یہ فتوے لکھا کہ چونکہ ہر سو برس کے بعد خدائے پاک دین محمدی کی تجدید و ترویج کے واسطے ایک مجدد پیدا کیا کرتا ہے اور اس آٹھویں صدی ہجری

میں دین اسلام کی تجدید امیر صاحب قران نے کی ہے اسلئے وہ دین محمدی صلعم کے مجدد ہیں۔ اور میر سید شریف نے جو اس زمانہ کے بہترین علما میں سے تھے مجھ اس بابت میں ایک خطبہ میں مضمون لکھا کہ متقدمین و متاخرین علمار سب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر سو سال پیچھے اللہ تعالے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجدید کیلئے مجدد پیدا کیا کرتا ہے۔ اور چونکہ اس آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں امیر صاحب قران نے دین متین کو رواج دیا اور دنیا کے ملکوں اور شہروں میں انہیں کی کوششوں سے شریعت اسلامیہ کا رواج و انتشار ہوا ہے۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ امیر صاحب قران دین کو رواج دینے والے ہیں۔ اور وہ خاص خط حسب ذیل ہے:۔

اللہم انصر من نصر دین محمد و اخذل من خذل دین محمد۔ چون از ابتدا حضرت رسالت پناہ الی یومنا ہذا ہشت صد سال گذشت و در سر ہر صد سال اللہ تعالے و تقدس از برائے رواج دین رسول و حبیب خود مروجے و مجددے برانگیختہ کہ تجدید دین و ملت آن حضرت تا ابد الحمد للہ کہ بر سر صد ... [illegible] ... امیر ... دین اسلام ... برانگیختہ

کہ دین محمدی را در بلاد و ممالک رواج دادہ اند۔ چنانچہ علمائے سلف از احوال مجددان دین تتبع نمودہ در تصانیف خود نوشتہ اند۔ این اعتراز آنست کہ در مایہٴ اول از ہجرت مجدد دین عمر بن عبد العزیز است کہ چوں دین اسلام بواسطہ لعن و طعن کہ خوارج بر منابر حضرت علی می گفتند ضعیف شدہ بود۔ برطرف ساخت و بغض و عداوتے کہ میان اہل اسلام بوقوع آمدہ بود چنانچہ گروہے خلفائے راشدین را لعن طعن مخصوص می داشتند و جمعے دیگر بر امیر المومنین علی حسن و عباس لعن می کردند و با یکدیگر در مقام تعصب و منافقت می بودند رفع نمود و تجدید دین کرد۔

و در سر مایہٴ دوم مجدد دین مامون الرشید است کہ ہفتاد و دو مذہب باطلہ را برطرف و منسوخ ساختہ مذہب برحق سنت و جماعت را رواج داد و علی بن موسیٰ جعفر رضی اللہ عنہم از خراسان طلب نمودہ ولی عہد گردانید و باذن وے در مملکت تصرف می نمود۔

و در سر مایہٴ سوم مروج دین محمدی صلعم معتضد باللہ عباسی است کہ چوں قوم قرامطہ کہ رئیس الیشان ابو طاہر بود۔ بر مکہ معظمہ مستولی شد

وسی ہزار محرم را در روز عرفہ قتل نمودہ بدرجۂ شہادت رسانید وحجر اسود را
از ارکان خانۂ کعبہ برکند و بلاد اسلام خراب کردہ قتل و غارت می نمود بدین جہتہ
دین اسلام ضعیف شد مقتدر باللہ بران قوم لشکر کشید و ایشان را بر انداخت و
دین اسلام و شریعت را رواج داد۔

ودر سرمائہ چہارم از مروجان دین محمدی صلعم عضد الدولہ دیلمی است کہ
چون بواسطۂ فسق و فجور مطیع لامر اللہ عباسی وظلم توابع ولواحق وی دین اسلام
ضعیف شدہ بود ودر بلاد اسلام انواع فسق ومنہیات شیوع یافتہ بود
عضد الدولہ ویرا از خلافت عزل نمودہ پسر وے طابع باللہ ولی عہد
ساخت۔

وعضد الدولہ خود متصدی رواج دین شد ورفع ودفع بدعت وناشروعات
وظلم وجور نمودہ شریعت محمدی را رواج داد۔

ودر سرمائۂ پنجم مروج دین وشریعت سلطان سنجر ابن سلطان ملک
شاہ است کہ شیخ احمد جامی وحکیم سنائی معاصر وے بودہ واو بدیشان مرید بود
درین ایام ملاحدہ وجہال دین اسلام را ضعیف ساختہ بودند ووی بقتل و

قمع ملاحدہ مبادرت نمود و بمرتبہ در اطاعت ومتابعت دین محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم مبالغہ می نمود کہ خلاف شریعت از وے امرے سر نمیزد۔

و در سر مائہ ہشتم مجدد دین غازاں خاں بن ارغون خاں بن ہلاکو

خاں است کہ چوں دین اسلام بواسطۂ استیلائے کفرہ ترکستان ضعیف

شدہ اللہ تعالے غازاں خاں را مع صد ہزار ترک برانگیخت کہ ہمگی بیک مرتبہ

در صحرائے لار بدست شیخ ابراہیم حموی ایمان آوردہ مسلمان شدند و

زبان بہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ گویا ساختند۔

و آثار کفر و بدعت برانداختند و شریعت را در بلاد و امصار

رواج دادند۔

و در سر مائہ ہفتم الجایتو سلطان بن ارغوان خان است کہ ملقب بہ

سلطان محمد خدا بندہ شد کہ در سنہ مذکور بعد از برادرش غازاں خاں تخت

سلطنت نشست وچوں بمسامع وے رسید کہ دین محمدی بمرتبہ ضعیف شدہ کہ

در نماز بعد از تشہد صلوات بر محمد و بر آل محمد نمیفرستند خود بر خاستہ

مسجد جامع سلطانیہ حاضر آمد و حکم باحضار علمائے اسلام نمود۔

از فضائل دریاب صلواة فرستادن بر پیغمبر و آل پیغمبر سوال نمود علما باتفاق گفتند کہ بحکم خداے تعالے صلوات بر محمد و بر آل محمد باید فرستاد۔

و دریں وقت جمعے از علما گفتند کہ امام شافعی نماز را بدون صلوات بر محمد و آل محمد فاسد شمردہ و جمعے گفتند کہ امام اعظم فرمود کہ نمازے کہ بصلوات بر محمد و آل محمد مقرون نباشد مکروہ است۔

آنگاہ از علما سوال کرد کہ چرا بر ہر یک از آل وے درصلوات ذکر می کنند۔ و در صلوات بر خاتم ابنیا ذکر می کنند چوں علما در جواب خرماندند سلطان گفت۔

مرا در جواب ایں سوال دو دلیل بخاطر میرسد۔ اوّل آنکہ چوں دشمنان وے را ابتر خواندند ایزد تعالے ابتری را بر ایشاں انداخت کہ نسل ایشاں منقطع شدہ واگر باشد ہم ایشاں را کسی نشناسد و نام نبرد و ذریت آل پیغمبر آں قدر بہم رسید کہ تعداد ایشاں را جز خداے تعالے دیگرے نداند و در صلوات بمتابعت پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بر ایشاں درود

می فرستند۔

دیگر آں کہ ادیان جمیع انبیاء و رسل و عمل ایشاں در معرض نسخ و تبدل بود و اقتضائے احکام دین ایشاں علی الدوام لازم نبود بخلاف دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کہ تا قیامت تغیر و تبدل دراں راہ نخواہد یافت۔

پس بر متابعان آں حضرت لازم باشد کہ در صلوات بمتابعت نام مبارک آں حضرت را ذکر میکنند اولاد را نیز ذکر کنند تا برامت معلوم شود کہ حامیان دین محمدی و مفسران وحی الہی و حافظان شریعت احمدی ایشانند و وارث علوم انبیاء مرسلین اند و علوم دین و فرائض اسلام از ایشاں فرا گیرند و متابعت و حرمت ایشاں را لوازم شمارند۔

چوں سلطان ایں کلمات را از زبان ما خلائقے کہ در مسجد جمع آمدہ بودند بیک مرتبہ زبان بصلوات پیغمبر و آل پیغمبر کشادند۔

آں گاہ سلطان گفت کہ چوں اول آل محمد علی و آخر ایشاں محمد مہدی موعود است پس ما راست کہ در ملک محمد بیدن از اولادش تصرف ننمائیم و اگر نمائیم غاصب باشیم

وچوں کلمات سلطان بمسامع خاص وعام رسید ہمہ علما، اذعان نمودند

بعد اذعان علما سلطان امر نمود کہ چوں حقیقت بریں منوال است

باید کہ خطبہ بنام اہل بیت بخوانند وسکّہ بنام ایشاں بزنند وآنچہ علما دریں

وقت فتوی نوشتہ اذعان نمودہ اند ایں ست کہ ایلجا یتو سلطان مروج

دین وشریعت اند۔

ودر سر مائۃ ہشتم امیر صاحبقران است کہ در امصار واقطار عالم شریعت

را رواج دادہ وسادات وعلما را اعزاز واحترام نمودہ وباذن ذریّت آل

رسول اللہ در ملک تصرّف کردہ اند"

میر سید شریف کا یہ خط پاکر میں نے شکریہ ایزدی ادا کیا۔ اور حضرت

رسول خدا اور اون کی آل پاک سے التجا کی مجھے دین اسلام اور شریعت

محمدیہ صلعم کی تجدید کی توفیق حاصل ہو۔ اس خط کو بجنسہ اپنے پیر کی خدمت

میں بھیج دیا۔ اور اونھوں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھ کر بہ مہر

واپس بھیجا۔

" دین وشریعت کو رواج دینے والے تیمور صاحب قران خدا انکی

مدد کرے۔ معلوم رہے کہ یہ امر ایک بڑا فضل ایزدی اور تائید ربانی ہے

ر اللہ تعالے نے آن قطب السلطنت کو دین میں نئی جان ڈالنے اور شریعت کو رواج دینے کی توفیق عطا کی ہے۔ تم اور زیادہ مستعدی دکھاؤ تاکہ تمہارے مرتبہ میں مزید اضافہ ہو"

پیر کے دستخط خاص سے آراستہ خط میرے پاس آیا۔ تو میں نے مشائخ سادات اور علمار کی تعظیم و توقیر میں اضافہ کر دیا۔ اور شریعت کو رواج دینے میں پہلے سے بدرجہا زائد کوشش کرنے لگا میں نے حکم دیا کہ سید شریف کے اس خط کی نقل میرے واقعات کی کتاب میں درج کریں۔ اور اصل کو بھی محفوظ رکھیں۔

میر سید شریف کے خط کا ترجمہ یہ ہے۔ خدایا اسکی مدد کر جو دین محمدؐ کی مدد کرے۔ اور اُسے پریشان کر جو دین محمدؐ کو پریشان کرے۔ علمار سلف نے ہر صدی کے آغاز پر تجدید کا کام کرنے والوں کی جو کیفیت اپنی تصانیف میں لکھی ہے۔ اوسکا خلاصہ یہ ہے:۔

ہجرت کے بعد پہلی صدی کے سرے میں دین کے مجدد عمر عبدالعزیز ہوئے۔ خارجی منبروں پر علانیہ حضرت علی کو لعن طعن کرتے تھے۔ اور دین اسلام اس سے ضعیف ہو گیا تھا۔ حضرت عبدالعزیز نے اس رواج کو

بند کیا۔ اہل اسلام میں باہم بغض و عداوت پیدا ہو گئے تھے۔ ایک گروہ محض خلفائے راشدین پر اور ایک جماعت امیر المومنین علی و حسن و عباس پر طعن کرتی تھی۔ اور ایک دوسرے سے تعصب اور منافقت رکھتے تھے۔ عمر عبد العزیز نے اوسے دور کرکے دین کی تجدید کی۔

دوسری صدی کے سرے میں دین کے مجدد مامون الرشید ہوے کہ ۷۲ مذاہب باطلہ کو برطرف و منسوخ کرکے مذہب برحق سنت و جماعت کو رواج دیا۔ اور علی ابن موسیٰ جعفر رضی اللہ عنہم کو خراسان سے طلب کرکے اپنا ولیعہد بنایا اور اسکی اجازت سے مملکت پر متصرف ہوئے۔

تیسری صدی کے سرے میں دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے مروج مقتدر باللہ عباسی ہوئے۔ کیونکہ قوم قرامطہ جس کا رئیس ابو طاہر تھا مکہ معظمہ پر مستولی ہو گئی اور تیس ہزار بے گناہوں کو عرفہ کے دن قتل کرکے شہید کیا۔ اور حجر اسود کو ارکان خانہ کعبہ سے اُکھاڑ ڈالا۔ اور اسلامی بلاد کو خراب کرکے قتل و غارت کا بازار گرم کرنے سے دین اسلام کو ضعیف کیا۔ مقتدر باللہ نے اِس قوم پر لشکر کشی کی۔ اور اس کو تہ و بالا کرکے دین اِسلام اور شریعت کو رواج دیا۔

چوتھی صدی کے آغاز میں منجملہ مروجان دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم عضد الدولہ دیلمی ہے۔ مطیع لامر اللہ عباسی کے فسق فجور اور اس کے لواحقین اور ماتحتوں کے ظلم سے دین اسلام کمزور ہو گیا تھا۔ اور اسلامی ممالک میں طرح طرح کی خرابیاں اور بدیاں شائع ہو گئی تھیں۔ عضد الدولہ نے اوسے خلافت سے معزول کر کے اس کے بیٹے طائع باللہ کو ولی عہد بنایا۔ اور خود دین کو رائج کرنے کا متصدی و کفیل بن کر بدعات و نا مشروعات اور جور و ظلم کو دور کر کے شریعت محمدی کو رواج دیا۔

پانچویں صدی کے شروع میں دین و شریعت کا مروج سلطان سنجر بن سلطان ملکشاہ ہوا۔ شیخ احمد جامی اور حکیم سنائی اس کے ہمعصر تھے۔ اور وہ ان کا مرید تھا۔ ان دونوں ملحدوں اور جاہلوں نے اسلام کے دین کو کمزور کر رکھا تھا۔ اوس نے ملاحدہ کے قلع قمع پر کمر ہمت استوار کی۔ اور دین محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و تابعداری میں اس قدر ثابت قدم رہا کہ مدت العمر اس سے کوئی امر خلاف شریعت سرزد نہ ہوا۔

چھٹی صدی کے سرے پر دین کا مجدد و غازی عثمان بن ارغوان خان بن ہلاکو خان ہوا جب دین اسلام ترکستان کے کفار کے غلبہ و استیلائے

کی بدولت کمزور ہو گیا تو اللہ تعالےٰ نے غازان خاں کو نیکی کی توفیق بخشی
اور وہ ناگہاں ع ایک لاکھ ترکوں ہمیت صحرائے لار میں شیخ ابراہیم حموی کے ہاتھ
پر ایمان لاکر مسلمان ہو گیا کلمہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کو اپنا ورد بنا لیا۔
اور آثار کفر و بدعت کو مٹا کر شریعت کو بلاد و ممالک میں رواج دیا۔

ساتویں صدی کے شروع میں الجائتو سلطان بن ارغون خاں کو یہ
سعادت نصیب ہوئی۔ وہ سلطان خدابندہ کے لقب سے ملقب ہو کر سنہ
مذکور میں اپنے بھائی غازان خاں کے بعد تخت نشین ہوا۔ اور جب اوسے
یہ خبر پہنچی کہ دین محمدی اس قدر ضعیف ہو گیا ہے کہ نماز میں تشہد کے بعد محمد
اور آل محمد پر صلوات نہیں بھیجتے تو فوراً اُٹھ کر مسجد جامع سلطانیہ میں پہنچا اور
علمائے اسلام کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا۔ اور ان سے پیغمبر اور آل پیغمبر پر
درود بھیجنے کے فضائل دریافت کئے علماء نے باتفاق جواب دیا کہ محمد اور آل
محمد پر درود بھیجنے کا حکم خدا نے دے رکھا ہے۔

علما کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ امام شافعی کے نزدیک نماز بغیر صلوات
فاسد ہوتی ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک جس
نماز میں صلوات بر محمد و آل محمد نہ ہو وہ مکروہ ہوتی ہے۔ اس وقت سلطان

نے علماء سے سوال کیا کہ کیوں آل محمدؐ میں سے ہر ایک کا ذکر صلوات میں نہیں کیا جاتا۔ اور صرف خاتم انبیا کا ذکر درود میں کیا جاتا ہے۔ علماء اس سوال کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ تو سلطان نے کہا میرے دل میں اسکے جواب میں دو دلیلیں آئی ہیں۔ اول یہ کہ چونکہ پیغمبرؐ کے دشمن رسول کریم کو ابتر (لاولد) کہا کرتے تھے۔ ایزد تعالیٰ نے ابتری کی بلائیں ان دشمنوں کو مبتلا کر دیا۔ اور ان کی نسل منقطع ہو گئی۔ اور اگر کسی کی نسل بڑھی بھی تو اوسے کوئی نہیں پہچانتا۔ مگر پیغمبرؐ کی ذریت اس قدر ہو گئی کہ انکی تعداد کو خدائے تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور صلواۃ میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ان پر درود بھیجا جاتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام انبیا اور رسولوں کے دین اور ان کے عمل نسخ و بدل کے معرض میں تھے۔ اور ان کے دین کے احکام کا اجراء ہمیشگی کے لئے لازم نہ ہوا تھا اس کے برخلاف دین محمدی میں قیامت تک تغیر و تبدل کا دخل نہیں ہوگا پس آں حضرتؐ کے متبعین پر لازم ہے کہ بعوض متابعت آں حضرت کے نام مبارک کا ذکر صلوات میں کریں۔ اور نیز آں حضرت کی اولاد کا نام کہ اُمت کو معلوم ہوتا رہے کہ دین محمدی کے حامی دین الٰہی کے مفسر اور شریعت احمدی

کے محافظ ہی ہیں۔ اور نیز علوم انبیا و مرسلین کے وارث اور کہ علوم دین
اور فرائض اسلام اون سے سیکھیں۔ اور ان کی تابعداری اور عزت کو
لوازمات میں سے شمار کریں۔

جونہی سلطان کی زبان سے یہ کلمات نکلے تمام حاضرین مسجد نے
ایک ساتھ پیغمبر اور آل پیغمبر پر درود بھیجنا شروع کردیا۔ پھر سلطان نے
کہا جب آل محمد میں سے اوّل علی اور آخری محمد مہدی موعود ہیں۔ تو ہم پر
لازم ہے کہ ملکِ محمد میں ان کی اولاد کے اذن بغیر تصرف نہ کریں۔ اور اگر
بلا اذن کریں تو غاصب ہونگے۔ جب سلطان کے یہ کلمات خاص و عام
کے کانوں تک پہنچ گئے۔ تو سب علماء نے اسے تسلیم کیا۔ علما کی تسلیم کے
بعد سلطان نے حکم دیا کہ جب حقیقت یہ ہے تو لازم ہے کہ خطبہ اہل بیت
کے نام کا پڑھا جائے۔ اور سکّہ ان کے نام سے مضروب ہو۔ علماء سے
یہ فتویٰ دلانے کی وجہ سے الجایتو سلطان مروّج دین شریعت
قرار پاتا ہے۔

آٹھویں صدی کے آغاز پر امیر صاحب قرآن نے امصار و اقطار
عالم میں شریعت کو رواج دے کر سادات و علماء کا اعزاز و احترام کیا

اور ذریت آل رسول اللہ کے اذن سے ملک میں تصرف کیا۔ (ترجمہ ختم شد)

دین وشریعت کے اہتمام سے فارغ ہوکر میں نے اپنی سلطنت کے کارخانہ کا قاعدہ وقانون مرتب کیا۔ اور اپنی سلطنت کے مراتب کے متعلق جو ضابطہ وقاعدہ بنایا۔ اوسپر عمل کرتا رہا۔ اس غرض کے لئے میں نے یہ قواعد قایم کئے۔

اوّل یہ کہ اپنی سلطنت کے قواعد کو دین اسلام اور شریعت خیرالانام اور آں حضرت کے واجب الاحترام اصحاب اور آل کی محبّت سے استوار کیا۔ اور اپنی سلطنت کے مرتبہ کی نگہداشت ضوابط وقوانین سے اِسطرح کردی کہ کسی کو میری سلطنت میں دست اندازی کی جُرأت نہ پڑ سکتی تھی۔

دوم سپاہ اور رعیّت کو اُمید اور خوف کے مرتبہ میں رکھتا۔ دوست ودشمن سے مروت اور مدارا کا سلوک مرعی رکھہ کر ان کی گفتار وکردار سے تحمل وتغافل کے ساتھ درگذر کرتا اور دوست ودشمن میں سے جو شخص مجھ تک کوئی التجا لاتا تو دوستوں سے ایسی مروت کرتا کہ ان کی دوستی اور بڑھ جاتی۔ اور دشمنوں سے ایسا سلوک کرتا کہ ان کی دشمنی دوستی

سے بدلہ پایا۔ آزردگی [illegible] پہنچی [illegible] تو اس کے حق کو بھی ضائع نہ کیا

اور اگر کسی سے جان پہچان ہو جاتی تو اسے بھی نظر سے نہ گراتا۔ ان تمام لوگوں

کو جو دولت و سلطنت کی ابتدا کے زمانہ میں میری طرف رجوع لائے تھے۔ خواہ وہ

نیک تھے یا بد۔ اور خواہ مجھ سے نیکی کی تھی یا بدی جو نہی تخت سلطنت پر بیٹھا اپنے

احسان کا شرمندہ بنالیا۔ ان کی بدیوں کو جو مجھ سے کی تھیں بھول گیا۔ اور

ان کے نامۂ اعمال پر عفو کا خط کھینچ دیا۔

سوم کسی شخص سے انتقام لینے کے درپے نہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو جنہوں نے

مجھ سے بدی کی تھی خدا کے سپرد کیا۔ ارباب شجاعت اور مردان کار کردہ آزمودہ

کار کی خاطر و مدارات کرتا۔ اور اصیل لوگوں سادات و علماء و فضلا کو بالا تامل

بار دیتا اور شریروں بدنفسوں اور لئیموں کو اپنی مجلس سے دور رکھتا۔

چہارم خلق خدا کو کشادہ روئی اور رحم و شفقت سے اپنا گرویدہ بنالیا

عدل و انصاف سے رام کر لیا۔ اور جور و ظلم سے دور رہا۔ ان ایام میں میرے

پیر نے مجھے بعد نصائح ابو المنصور تیمور ایدہ اللہ تعالیٰ کو معلوم رہے کہ

سلطنت کا کارخانہ خدائی کارخانہ کا ہی ایک نمونہ ہے۔ کہ جس میں عملہ فعلہ۔

نائب اور نائب نائب ہوتے ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ اپنے کام میں مشغول

رہتا ہے۔ اور اپنے مرتبہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور امر الٰہی کا منتظر رہتا ہے۔
پس تجھی احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ سپہ سالاروں۔ کارکنوں۔ عمال۔ لشکریوں
اور وزرا میں سے ہر ایک اپنی اپنی حد کے اندر رہ کر حکم کا منتظر رہے۔ اسی
طرح ہر قوم اور گروہ کو اپنے اپنے مرتبہ پر قایم رکھہ۔ تاکہ تیری سلطنت
کا نظام و انتظام درست رہے۔ اور اگر تو نے ہر چیز اور ہر شخص کے متعلق حفظ
مراتب کا انتظام نہ کیا تو امور سلطنت میں بہت خلل اور فساد رونما ہو جائیگا
پس لازم ہے کہ تو ہر چیز اور ہر شخص کا پایۂ قدر و منزلت نگاہ رکھے۔ اور آل محمدؐ
کے مرتبہ کو تمام مرتبوں سے اعلےٰ و برتر رکھہ کر ان کی تعظیم و تکریم بجا لاتا رہے۔
اور ان کی محبت میں افراط کرنے کو اسراف نہ سمجھے۔ کیونکہ جو کچھہ خدا کے لئے
ہے اسمیں اسراف کا شائبہ نہیں ہوسکتا۔ اور سلطنت کے بارہ گروہوں سے
اپنے آپکو آراستہ و پیراستہ رکھہ۔ والسلام۔

جب اپنے پیر کا یہ خط مجھے کو ملا میں نے ان کے ارشادات کی تعمیل میں
مراتب سلطنت کو نسق و انتظام سے آراستہ کیا۔ اور مرتبۂ سلطنت کو ضوابط
و قانون سے مزین کیا۔ اور بارہ گروہوں سے اپنی سلطنت کو مستحکم بنایا۔
اور ان بارہ گروہوں کو آسمان کے بارہ برجوں اور سال کے بارہ مہینوں

کی طرح اپنی سلطنت کے کارخانہ کے بارہ ستون قرار دیا۔

اوّل گروہ سادات علماء مشائخ اور فضلاء کو اپنے ہاں بار دیا۔ اور وہ ہمیشہ میری بارگاہ میں آمد و شد رکھتے اور میری مجلس کو زیب و زینت آراستہ کر کے مسائل علوم دینی و حکمی و عقلی کا چرچا رکھتے اور میں حلال و حرام کے مسائل اُن سے پوچھتا رہتا۔

دوسرا گروہ عقلمندوں اور اصحاب مشورت و ارباب حزم و احتیاط اور پیرانہ سال مردمان عاقبت اندیش کا تھا جن کو میں اپنی مجلس خاص میں بار دیتا اور اُن سے صحبت رکھ کر فائدہ اُٹھاتا اور تجربہ حاصل کرتا۔

تیسرا گروہ ارباب دعا کا تھا جنہیں محترم رکھتا اور خلوت میں اون سے دعائے خیر کی التجا کرتا۔ اور ان کو دعو کر کے مجالس و محافل رزم و بزم میں اون سے برکت حاصل پاتا۔ اور جنگ کے ایام میں ان کی طفیل فتح و ظفر کا منہ دیکھتا چنانچہ جب وقت میر الشکر توقتمش خاں کی لشکر کی کثرت سے جنگ میں مضطرب ہوا تو میر ضیاء الدین سبزواری نے کہ صاحب الدعوت تھے اپنا سر ننگا کر کے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اوس کا اثر ظاہر ہو گیا اسی طرح ایک دفعہ میرے حرم میں سے ایک کو نہایت سخت مرض لاحق

ہو گیا۔ بارہ دعا گو سب جمع ہوئے۔ اور ہر ایک نے اپنی اپنی عمر میں سے اوسے ایک ایک سال بخشدیا۔ وہ تندرست ہو گئی اور بارہ سال اور زندہ رہی۔

چوتھے گروہ اُمرائے و سرہنگان و سپہ سالاران کو اپنی مجلس میں اذن دے رکھا تھا۔ اور عالی مراتب ان کو سربلند کرتا۔ اور صحبت رکھ کر ان سے باتیں پوچھتا۔ ارباب شجاعت کو جو تلوار کے جوہر دکھا چکے ہوتے دوست رکھتا اور جنگ۔ معرکہ آرائی میں در آنے اور اس سے باہر نکلنے۔ دشمن کی صفوں کو اولٹ دینے اور برباد کرنے اور حرب ضرب اور حیقولش ہائے کے متعلق اون سے سوال کرتا۔ معاملات سپاہگری میں اون پر اعتماد رکھتا۔ اور اون سے مشورہ لیتا۔

پانچویں گروہ سپاہ و رعیت کو ایک آنکھ سے دیکھتا۔ فوج کے بہادروں کو کمر بند و ترکش خاصہ سے ممتاز کرتا۔ اور ہر ملک کے بنرواروں اور رئیسوں اور معززین مملکت کو محترم رکھ کر اونہیں انعام دیتا۔ اور اون سے نفع اُٹھاتا سپاہ کو خوش رکھتا۔ تنخواہ مطالبہ سے پہلے ادا کر دیتا۔ چنانچہ روم کی مہم میں سات سال کی تنخواہ گذشتہ و آئندہ ایک دم سپاہ کو دیدی اور سپاہ و رعایا کو اسطرح ضبط و دباؤ میں رکھتا کہ کوئی ایک دوسرے پر جور و تعدی نہ کر سکتا۔

جملہ سپاہ کو اپنے اپنے درجہ پر ایسا پابند رکھتا کہ کوئی اپنی حد سے ایک قدم آگے نہ دھر سکتا۔ ان کے مرتبہ کو نہ دن بدن بلند بلند کرتا جاتا۔ اور نہ لپیٹ لپٹ اور جس کسی سے کوئی نمایاں خدمت ظہور میں آئی اوسے فتحنامہ اور انعام سے ممتاز کرتا۔ اور عام سپاہ میں سے جس کسی کو بلحاظ عقل و شجاعت اہل پاتا اور تربیت دیتے رہنے سے امارت کے درجہ تک پہنچا دیتا۔ اور اون کی کارگزاریوں کے حسب حال ان کے مراتب میں اضافہ کرتا رہتا۔

چھٹا گروہ راسخ الاعتقاد اور معتمد خردمندوں کا تھا۔ جو اس قابل پائے گئے کہ امور سلطنت کے راز اون کی تحویل میں رکھوں اور معاملات سلطنت میں اون سے مشورہ کیا کروں۔ اس گروہ کو میں نے اپنے پوشیدہ اسرار کا امین اور اپنے تمام مخفی امور اور اسرار کا انہیں نگہدار بنایا۔

ساتواں گروہ میں نے وزیروں نویسندوں اور اپنی سلطنت کے دیوان کے منشیوں سے آراستہ کیا۔ اور ان کو اپنے ممالک کا آئینہ دار بنا کر ان کا فرض یہ قرار دیا کہ وقائع ملک و مملکت اور سپاہ و رعیت کے حالات و کوائف مجھ پر واضح کرتے رہیں۔ وہ میری سپاہ۔ رعیت اور خزانہ کو معمور رکھتے۔ جہاں کہیں ملک میں کوئی رخنہ پڑ جاتا۔ اوسے درست و مناسب تدبیر سے بند کرتے۔ میری

سلطنت کے کارخانہ کے ابواب آمدنی و خرچ کو مضبوط بنانے رہتے اور ملک کی توقیر معموری میں سعی کرتے۔

آٹھواں گروہ حکما و اطبا و منجمان اور مہندسوں کا تھا۔ جو کہ کارخانہ سلطنت کا مصالح متصور ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اپنے گرد جمع کیا حکما و اطبا کے اتفاق سے بیماروں کا معالجہ کرتا۔ اور منجموں کے طبقے سے ستاروں کے ایام کی سعادت و نحوست ان کی حرکت اور افلاک کی گردش کی کیفیت مشخص کرتا اور مہندسوں (انجنیروں) کے اتفاق سے عالیشان عمارتیں تعمیر کیں۔ اور باغات کو تیار کرایا۔

نواں گروہ محدثوں اور ارباب اخبار و قصص کا تھا۔ ان لوگوں کو میں اپنے تک بار دیتا۔ اور ان سے انبیاؑ و اولیا کے قصے اور سلاطین ماضیہ کے حالات کہ کس طرح مرتبۂ سلطنت تک پہونچے اور کیسے ان کی حکومتوں میں زوال آیا۔ سنا کرتا تھا۔ اور ان کے کوائف و قصص اور ہر ایک کی گفتار و کردار سے تجربہ حاصل کرتا۔ دنیا کے حالات و آثار بھی ان لوگوں سے سنتا اور اسطرح احوال عالم سے آگاہی پاتا رہتا تھا۔

دسواں گروہ مشائخ و صوفیوں اور خدا رسیدہ عارفوں کا تھا۔ میں

اون سے قریب ہوا۔ اون سے صحبت رکھنا۔ فوائد آخرت حاصل کرنا۔ خدا کی باتیں سُننا اور ان کے خوارق عادات۔ اور کرامات مشاہدہ کرنا۔ انکی اون کی صحبت سے مجھے کامل سرور اور حضور قلب حاصل ہوتا۔

گیارہواں گروہ ہر قسم و صنعت کے ارباب صنعت کو اپنے دولت خانہ میں جمع کیا۔ ان کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ سفر و حضر ہر دو صورت میں سپاہ کی ضروریات کو تیار رکھا کریں۔

بارہواں گروہ۔ ہر ملک کے مسافروں۔ سیاحوں اور جہاں نوردوں کی خاطر داری کرنا۔ تاکہ ممالک عالم کی خبریں مجھ تک پہنچاتے رہیں نیز تاجروں اور قافلہ سالاروں کو ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ ختا و ختن۔ چین ماچین۔ ہندوستان و ممالک عرب مصر و شام و روم اور جزائر فرنگ الغرض جس ملک و علاقہ میں جائیں وہاں سے میرے لئے متاع نفیس اور مناسب تحائف لایا کریں۔ اور وہاں کے باشندوں کے اوضاع و اطوار واحوال سے مجھ کو آگاہ کرتے رہیں۔ اور یہ بھی پڑتال کر آیا کریں کہ ہر ملک کے حکام کا سلوک اپنی رعایا سے کیسا ہے۔

ترک و تاجیک اور عرب و عجم لوگوں میں سے جو میرے پاس التجا لائے

ان کے لئے میں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ اون میں سے جو اشخاص سادات و علما ہوں ان کا اعزاز و احترام کیا جائے۔ اور وہ جو غرض لے کر آئے ہوں اوسے پورا کر کے ہر طرح سے ان کی خاطر داری کیجائے۔ اگر وہ لوگ سپاہی پیشہ ہوں تو ان کو ملازمت میں لے کر حسب لیاقت پرورش کیجائے۔ اگر ارباب حرفت و صناعت ہوں تو سلطنت کے کارخانوں میں اونہیں کام پر لگادیا جائے۔ جو فقیر و مساکین ہوں۔ ان میں سے جس قدر کسی کام کی استطاعت و اہلیت رکھتے ہوں اونہیں مناسب حال خدمت پر مامور کر دیا جائے۔

تجارت کی رونق کے لئے حکم دے رکھا تھا کہ اگر کسی تاجر کا راس المال ضائع ہو جائے اس کو اس قدر روپیہ دیدیا جائے کہ وہ پھر اپنا راس المال بہم پہنچالے۔ اسی طرح جو مزارعہ و کاشتکار زراعت و کاشتکاری کے سامان سے محروم ہو جائے اوسے لوازمات زراعت و آبادی دیئے جائیں۔ اور جو لوگ سپہ گری کا پیشہ اختیار کرنا چاہیں ان کو سپاہی بنا لیا جائے۔ اور اگر سپاہی زادہ شجاع و اصیل ہو تو خواہ وہ کسی گروہ کا ہو اسے منصب دیکر مناسب حال تربیت دیں۔

میرا ایک حکم یہ تھا کہ خواہ کوئی شخص کسی طائفہ و گروہ کا میری مجلس

میں آئے اور میری سلطنت کے خوان نعمت سے محروم نہ لوٹایا جائے جس
شخص کو مجھ تک بار دلایا جائے اور میری نظر اس پر پڑ جائے اُسے اُس کے
حسب حال خلعت و انعام دیا جائے۔ اور جو شخص گناہ گار ہو یا بے گناہ میری
عدالت کے ایوان میں حاضر ہو جائے اُسے بخشدیا جائے اور دوسرے تیسرے
گناہ پر اُسے خطا کے مناسب حال سزا دی جائے۔

اپنی سلطنت کی مضبوطی و استقلال کے لئے یہ انتظامات کیے:۔

بارہ چیزوں کو میں نے اپنا شعار بنایا تاکہ باستقلال تمام تخت و
سلطنت پر متمکن رہوں۔ اور مجھے اس کا تجربہ ہو گیا ہے۔ کہ جو بادشاہ
ان بارہ چیزوں سے عاری ہو سلطنت سے بہرور نہیں ہو سکتا۔

اولاً چاہیئے کہ قول و فعل خود اس کا اپنا ہو یعنی سپاہ و رعیت
جانتی رہے کہ جو کچھ بادشاہ کہتا اور کرتا ہے۔ خود کہتا اور کرتا ہے کسی
دوسرے کو اس میں دخل نہیں۔ پس لازم ہے کہ بادشاہ دوسروں کے
قول و عمل پر اس طریق سے عمل نہ کرے کہ وہ مرتبہ سلطنت میں شریک
ہو جائیں۔ اگرچہ یہ لازم ہے کہ تمام اشخاص کی اچھی باتوں کو غور سے سن لیا
کرے۔ مگر نہ اس طور سے کہ وہ قول و فعل سے امور سلطنت میں شریک ہو

غالب ہوجائیں۔

دوم سلطان کو لازم ہے کہ ہر امر میں عدالت سے کام لے۔ اور وزرائے منصف وعادل کو اپنی خدمت میں مامور کرے۔ کیونکہ اگر بادشاہ ظالم ہو تو وزیر عادل اسکا تدارک کرلیتا ہی۔ لیکن اگر وزیر ظالم ہو تو جلد خانۂ سلطنت خراب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ امیر حسین کا ایک وزیر تھا بڑا ظالم۔ جو حق وناحق سپاہ ورعیت سے جرمانے وصول کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس بے انصاف وزیر کے ظلم سے امیر حسین کی سلطنت خراب ہوگئی۔

سوم ہر امر ونہی میں استقلال سے کام لے۔ اور بذات خود حکم دے تاکہ کسی دوسرے کو اس حکم میں دخل دینے اور اوسے بدلنے کی تاب ہی نہ رہے۔

چہارم اپنے ارادہ پر پکا رہے۔ اور جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اوسے توڑے نہیں۔ اور جب تک اوسے اتمام تک نہ پہنچا سے اس سے باز نہ آئے

پانچواں امر اجرائے احکام ہے۔ جو حکم دے چاہیئے۔ کہ وہ جاری بھی ہوجائے۔ اور کسی کو اس حکم کے بند کرنے کی جرأت نہ ہو۔ خواہ اس حکم

سے ضرر ہی منصور ہو چنانچہ میں نے سنا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ایک
پتھر کی نسبت حکم دیا کہ غزنی کے میدان میں ڈال دیا جائے۔ اوس پتھر سے
لوگوں کے گھوڑے بدک جاتے تھے۔ مگر ہر چند لوگوں نے عرض کیا کہ اس پتھر کو
راستے سے اٹھوا دیا جائے۔ یہی جواب دیتا کہ میں نے حکم دیا ہے۔ اپنے حکم سے
نہیں ہٹ سکتا۔ اور اسکے خلاف حکم نہیں دیسکتا۔

ہشتم اپنی سلطنت کے امور کو مستقل طور پر کسی دوسرے کے سپرد نہ
کرے۔ اور عنان اختیار دوسرے کے ہاتھ میں نہ دے۔ کیونکہ دنیا غدار
ہے۔ اور اسکے بیشمار عاشق ہیں۔ زیادہ عرصہ نہ گذرے گا کہ وہ شخص جسے
اختیار دیا گیا ہے سلطنت پر مائل ہوکر مرتبۂ سلطنت پر متصرف ہو جائیگا
جیسا کہ سلطان محمود سے اس کے وزراء نے کیا۔ اور اوسے مرتبۂ سلطنت سے
برطرف کر کے خود متصرف و قابض ہو گئے۔ پس لازم ہے کہ امور سلطنت
کو چند معتبر و معتمد اشخاص کے تابع کردے۔ تاکہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول
رہے۔ اور سلطنت کے قبضے کی طمع نہ کر سکے۔

ہفتم امور سلطنت میں ہر شخص کی بات جو اچھی معلوم ہو اوسے
خزینۂ دل میں محفوظ رکھکر مناسب وقت پر کام میں لائے۔

ہشتم۔ امور سلطنت اور معاملات سپاہ ورعیت میں ہر شخص کے قول وفعل پر عمل نہ کرے۔ امراء وزراء میں سے اگر کوئی کسی شخص کے حق میں کوئی بات اچھی یا بری کہے تو اسے سن ضرور لے۔ مگر جب تک حقیقت حال ظاہر نہ ہو جائے اس پر عمل نہ کرے۔

نہم۔ اپنی سلطنت کا رعب سپاہ ورعایا کے دلوں میں اس طور سے بٹھا دے کہ کسی کو اس کے احکام سے سرتابی کا یارا نہ رہ جائے اور اسکی تابعداری ومتابعت سے سرکشی نہ کر سکے۔

دہم۔ جو کچھ کرے اپنی ذات سے کرے۔ اور جو کچھ کہے اس پر راسخ رہے کیونکہ بادشاہ کے پاس حکم فرمائی کے اعزاز کے سوا درحقیقت اور کوئی چیز نہیں ہوتی خزانہ۔ لشکر رعیت جو کچھ کہو بادشاہوں کے لئے ان کا یہی حکم ہوتا ہے۔

گیارہویں۔ امور سلطنت اور اپنے احکام کے اجراء میں اپنی آپ پیشقدمی کر ہو جانے اور کسی کو سلطنت میں شریک نہ بنائے۔

بارہویں۔ اپنی مجلس کے لوگوں کے حالات سے باخبر رہے۔ ندیم وہمراہی بننے۔ کیونکہ اکثر عیوب کے متلاشی رہتے اور باہر خبریں پہنچا دیتے ہیں۔

اور بادشاہ کی گفتار و کردار سے امراء و وزرا کو مطلع کردیتے ہیں۔ چنانچہ یہ صورت مجھے بھی پیش آئی۔ کیونکہ میری مجلس خاص کے چند آدمی امراء و وزرا کے جاسوس ثابت ہوئے۔

قانون نگہداشت سپاہ

میں نے حکم دیا کہ جب دس اصیل و کار کردہ سپاہی جمع ہوجائیں تو ان میں سے ایک کو جو جوہر شجاعت و مردمی سے ممتاز ہو باقی نو اشخاص کی صلاح و رضامندی سے ان پر امیر بنا دیا جائے۔ اور اس کا نام اون باشی (دہ باشی) رکھا جائے۔

اور جب دس اون باشی جمع ہوجائیں تو ان میں سے ایک کو جو کارگذاری و کاردانی سے آراستہ ہو ان پر امیر بنا کر یوز باشی (سردار صد نفری) کا نام دیا جائے۔ اور جب یوز باشی جمع ہو جائیں تو کسی عاقل اصیل بہادر اور مردانہ امیر زادہ کو ان پر افسر بنا کر مین باشی و امیر زادہ کا خطاب دیا جائے۔
اون باشیوں کو میں نے اختیار دیدیا کہ ان کے ماتحتوں میں سے اگر کوئی مرجائے یا بھاگ جائے تو اسکی جگہ دوسرے کو مقرر کرلیں۔ اسی طرح یوز باشیوں کو اون باشی کے تقرر کا اور مین باشی کو یوز باشی کے تقرر کا اختیار دے کر حکم دیا

کہ فوت یا فرار اور دوسرے کے تقرر کی رپورٹ باقاعدہ میرے حضور میں ارسال کیا کریں۔ نیز حکم دیا کہ چار یلچار (جنگی قواعد و خدمت) اور امور سلطنت میں بن باشی کا حکم یوز باشی پر۔ یوز باشی کا اون باشی پر اور اون باشی کا ماتحت نفری پر جاری ہوگا۔ اگر کوئی عدول حکمی کرے تو اسے سزا دی جائے۔ اگر چار یلچار میں کوتاہی کرے تو اسے خارج کر کے دوسرے کو مقرر کر دیں۔

سپاہ کی تنخواہ مقرر کرنے کا قانون و قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ سپاہ کے امراء بن باشیوں، یوز باشیوں، دہ باشیوں اور سوار سپاہی کا علوفہ اس طرح مقرر کریں۔

سوار سپاہی کا علوفہ بشرط اصالت و سپاہگری اس کی گھوڑی کی قیمت کے برابر مقرر کیا جائے۔ اور بہادروں کا علوفہ دو سے چار گھوڑوں کی قیمت کے برابر معین ہو۔ اور اون باشی کا علوفہ ماتحت سپاہی کے دس گونہ علوفہ کے برابر ہو۔ یوز باشی کا علوفہ اون باشی کے دگنے علوفہ کے برابر اور بن باشی کا یوز باشی سے تگنا۔

اور حکم دیا کہ سپاہ میں سے جو کوئی چار یلچار میں کوتاہی کرے اس کی تنخواہ میں

دسواں حصہ کم کردیں۔ اور کہ اون باشی اپنی تنخواہ یوزباشی کی تصدیق پر لے۔ یوزباشی بن باشی کی تصدیق پر اور بن باشی امیرالامراء کی تصدیق پر۔ امیرالامرا کا علوفہ اس کے ماتحتوں کے دہ گونہ کے برابر مقرر کیا۔ اور دیوان بیگی و وزراء کا امراء سے دس گنا۔ یساولوں وجادلوں (ترتیب دہندگان) اور قلقچیوں (تحصیلوں) کا علوفہ ایکہزار سے دس ہزار تک۔

اہل مجلس و دربار کے سادات علماء فضلاء حکما۔ اطبا منجموں۔ داستان گویوں اور قصہ خوانوں کے لئے ان کے حسب حال سیورغال (جاگیر) وظیفہ اور تنخواہیں مقرر کیں۔ اور پیادہ سپاہی خدام اور فراشوں کی تنخواہ ایک سو سے ایک ہزار تک معین کی۔ اور حکم دیا کہ امیرالامرا اپنی تنخواہ دیوان بیگی اور وزراء کی تصدیق سے وصول کیا کرے۔ اور دیوان بیگی اور وزراء میں سے ہر ایک کی تنخواہ کے کاغذات میرے حضور پیش ہوں۔ پھر تنخواہ ملا کرے۔ نیز حکم دیا کہ سپاہ میں سے ہر ایک شخص کو اسکی تنخواہ کا (یرلیغ) پرچہ دستخط کرکے حوالہ کیا جائے۔ اور جو رقم اوسے ادا کی جائے اوس یرلیغ کی پشت پر اس کی وصولی درج کیجایا کرے۔

تنخواہ کی برآمدگی اور سپاہ تک پہنچانیکا قاعدہ

حکم دیا کہ پیادہ سپاہ، قلیچیوں، یساولوں اور جاولوں کی ایک سالہ تنخواہ خزانہ سے برآمد کر کے دیوان خانہ میں لائی جایا کرے۔ اور وہاں ان کو ادا ہوا کرے۔ اور کہ تمام سوار سپاہ اور بہادروں کی ششماہی تنخواہ خزانہ سے برآمد کر کے ادا ہوا کرے۔ اون باشی اور یوز باشی کو شہری و ملکی مال امانی سے نقد ادائگی کی برات (پرواز) مالیہ ملا کرے۔ بن باشیوں کو صوبوں میں نقد تنخواہ کے عوض بتول (جاگیریں) دی جائیں۔ اور امرا اور امیر الامرا کو سرحدوں پر صوبے عطا ہوں۔ ان صوبوں کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ تمام ممالک اور ولایات (صوبجات) کی آمد کو تقسیم کر کے کم وبیش رقم کی برلیغیں تحریر کی جائیں۔ اور ان برلیغوں کو دیوان خانہ میں لا کر ہر ایک امیر اور بن باشی کو ایک ایک برلیغ دی جائے۔ اگر کسی برلیغ (فرمان و پروانہ شاہی) کی رقم اس کی تنخواہ کی مقدار سے زیادہ ہو تو کسی دوسرے کو اسکے ساتھ شامل کر دیں۔ اور اگر کم مقدار ہو تو دوسرے کے برلیغ میں حصہ دار بنا دیا جائے۔

اور حکم دیا کہ کوئی امیر اور بن باشی اپنی برلیغ کی رقم اور جہالت سے جو

زائد) کی وصولی میں رعایا سے اصل مال اور ساوری وغلغہ اور شیلان سے ہرگز زیادہ طلب نہ کرے۔ شیلان معاوضہ طعام کا ٹیکس تھا۔ ساوری پیشکش کو کہتے ہیں۔ اور غلغہ بھی ایک زائد ٹیکس تھا۔ تی جس طرح ہندوستان میں اب بھی زمینداروں لینے رعایا سے اصل مالیہ پر ۲۵-۲۶ فیصدی کی مقدار میں زائد ٹیکس یا حبوب لوکل ریٹ (تعلیم سڑک وغیرہ) پٹواریہ وغیرہ کی بابت لیے جاتے ہیں۔ یہاں بھی جب جاگیردار اصل مالیہ اور حبوب خود وصول کرتا ہے تو اس کا حق صرف اصل مالیہ پر ہوتا ہے۔ زائد حبوب کی رقم وہ پھر سرکار کو ادا کر دیتا ہے۔ ولمن) اور حکم دیا کہ جس مملکت اور صوبہ کو جاگیر میں دیا جائے۔ اس میں دو وزیر مامور کئے جائیں۔ ایک ملک کی جمع وآمدنی کو ضبط تحریر میں لاتا رہے اور رعیت کا انتظام کرے۔ تاکہ رعیت کے حال میں خرابی واقع نہ ہو۔ اور جاگیردار رعایا پر ظلم وتعدی نہ کر سکے۔ اور جو کچھ وصول کرے اسی خزانہ میں جمع کراتا رہے۔ اور دوسرا وزیر خرچ کا حساب رکھے۔ اور آمدنی کو سپاہ پر تقسیم کرے۔ اور کہ ہر امیر کو جسے جاگیر ملی ہو۔ تین سال تک جاگیرداری پر قائم رکھنے کے بعد ملاحظہ کیا جائے۔ اگر اس کا ملک آباد اور رعایا خوش تھی تو اسی جاگیر پر قائم رکھا جائے۔ ورنہ اس ولایت کو پھر شاہی میں واپس لے لیا جائے۔ اور اس جاگیردار

کو تین سال تک کوئی علوفہ نہ دیا جائے۔

نیز حکم دیا کہ رعایا سے مالیہ محض رعب اور ڈر سے وصول کیا جائے نہ کہ زد و کوب سے۔ کیونکہ جس حاکم کا حکم چابک و تازیانہ سے کمتر اثر رکھتا ہو وہ حکومت کے لائق نہیں۔

فرزندوں اور پوتوں کے مواجب مراتب

حکم دیا کہ فرزند اوّل محمد جہانگیر جو میرا ولی عہد بھی ہے۔ بارہ ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت کی آمدنی لیا کرے۔ اور دوسرا لڑکا عمر شیخ دس ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت کی آمدنی لے۔ تیسرا لڑکا میران شاہ نو ہزار سواروں کا علوفہ لیا کرے۔ اور ایک ولایت کی آمدنی۔ چوتھا لڑکا شاہ رخ سات ہزار سواروں کا علوفہ اور ایک ولایت لے۔ پوتوں کے لئے ان کی استعداد کے حسب حال تین ہزار سے سات ہزار تک سواروں کا علوفہ اور صوبے مقرر فرمائے۔ اور دوسرے لوگوں کو جو مجھ سے قرابت رکھتے تھے ان کی لیاقت و اصلیت اور امارت و ریاست کے مطابق امیر اوّل سے لیکر امیر ہفتم تک کے مرتبے عطا کئے جانے کا حکم دے کر فرمان کیا کہ ہر ایک اپنے مرتبہ کی حد کے اندر رہ کر اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے جب اسکے خلاف ظاہر ہو تو باز پرس کی جائے۔

میں نے بیٹوں، خولیشوں اور امرا و وزرا کی سیاست کے معاملہ میں حکم دیا کہ اگر بیٹوں میں سے کوئی سلطنت کا مدعی بنجائے تو اسے مارنے اور باندھنے کی جرأت نہ کیجائے۔ نہ اسکے کسی عضو کو ناقص و بیکار کیا جائے۔ بلکہ صرف نظر بند اور قید کر دیا جائے۔ تا وقتیکہ وہ اپنے دعوی سے باز نہ آجائے اور اس طرح سے خدا کا ملک فساد سے محفوظ ہو جائے۔

پوتوں اور خولیشوں میں سے اگر کوئی مخالفت کرے تو اسے درویش بنا دیا جائے۔ امرا، غربا ملک کا حصار ہوتے ہیں۔ اس لئے کام کے وقت انہیں کسی سے نفاق ظاہر ہو تو اس کو امارت و ریاست سے معزول کر دیا جائے اور اگر کسی سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جس سے ملک میں فساد برپا ہو تو اسے امرا کے تابع گروہ میں تنزل کر دیا جائے۔ اور اگر سپاہگری کے کاموں میں سستی دکھائے تو اسے منشیوں کے زمرہ میں داخل کر دیا جائے۔ اگر پھر بھی اس سے کوئی تقصیر اور کوتاہی سرزد ہو تو اسے پھر بار نہ دیا جائے۔ اور ملازمت سے الگ کر دیا جائے۔ وزرا کے معاملہ میں جو کہ سلسلۂ دولت کے معتمد اور معتبر ہوتے ہیں حکم دیا کہ اگر کسی سے امور سلطنت میں خیانت ظاہر ہو اور زوال سلطنت کا ارادہ کر لیا ہو تو اس کے قتل کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔ بلکہ تحقیقات

کیجا رہے۔ کہ ان پر الزام لگانے والا اور اس کے گواہ کیسے لوگ ہیں۔ اور اول ان لوگوں کی راستی اور درست گوئی کا پورا پورا امتحان کیا جائے۔ کیونکہ حاسد اور مفتری بہت ہوتے ہیں جو محض طمع و بدکیوجہ سے جھوٹی بات کو راستی کا لباس پہنا دیتے ہیں۔ تاکہ اپنی غرض نکال لیں۔ اس طرح سے لیئم سفلوں میں سے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جو دشمنان دولت سے ملکر دولت کو مکاری و حیلہ گری سے خراب کر کے حصا مملکت میں ازراہ مکر و غدر رخنہ ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ امیر حسین بیگ نے میرے ایک وزیر سے سازش کر کے اسے آمادہ کیا کہ مجھ کو امیر تیمور اور امیر جاکو سے کہ میری سلطنت کے بازو تھے برگشتہ کردے میں اس راز کو فراست سے پا گیا۔ اور جو باتیں ان کے برخلاف مجھ کہی جاتی تھیں ان کو ان سنی سمجھتا۔ اسی طرح میرے مقربوں میں سے چند لوگوں نے ازرو حسد و نفاق امیر عباس کی نسبت جو معتبر امرا کلاں میں سے تھا جھوٹی باتیں خلوت و جلوت میں سناتے رہ کر آخر مجھ کو ایسا بدظن اور برافروختہ کردیا کہ میں بلا تجربہ و تحقیقات ایک دن غضب میں آکر اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ مگر آخر کار حقیقت کھل گئی کہ ان لوگوں نے امیر عباس کے حق میں محض غداری و بے ایمانی کی تھی۔ تو اسوقت سخت نادم اور پشیمان ہوا

صیغۂ مال کے وزراء میں سے جو خزانہ اور مملکت میں اگر کوئی سرکاری مالیات میں تغلب و تصرف کرے اور اس تغلب کی مقدار اسکی تنخواہ کے برابر ہو تو اسے انعام کی رقم میں محسوب کر لیا جائے۔ اور دو تنخواہوں کے برابر تغلب کیا ہو تو انکی تنخواہ میں سے مجرا کریں۔ اور اگر تین تنخواہوں کے برابر تصرف کیا گیا ہو تو پیشکش گویہ رقم ادن سے وصول کریں۔ اور میں نے حکم دیا کہ اعتبار و اعتماد کے مسلک سے نہ پھیرا جائے جسپر پہلے اعتبار کیا ہو۔ اس کے لیے اعتبار نہ بنایا جائے۔ تاکہ سلطنت کو خطا کار نہ سمجھا جائے۔ اور ارباب غرض و اشرار اور حاسدوں کی باتیں وزیروں کے حق میں نہ سنیں۔ کیونکہ اس طبقہ کے ہمیشہ بہت دشمن ہوتے ہیں۔ سب اہل عالم دنیا طلب ہوتے ہیں۔ اگر وزراء ان کی رعایت کریں تو خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور اگر رعایت نہ کریں تو لوگ ان کی دشمنی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔

چغتائے خاں (پسر چنگیز خاں)، کا ایک وزیر تھا۔ مامورین خزانہ نے اس کے نام تیس ہزار طلائی اشرفیوں کی رقم لکھ رکھی تھی۔ ایک دن یہ حساب خان کے ملاحظہ میں لائے۔ تو اس نے وزیر کو مخاطب کر کے غصے سے کہا تو پست فطرت آدمی ظاہر ہوا ہے۔ کہ میرے جیسے بادشاہ کا وزیر ہو کر میری مملکت میں سے ایسی تھوڑی سی رقم پر تصرف کیا۔ وزیر عقلمند تھا سمجھ گیا کہ یہ عتاب درحقیقت احسان اور اسکی

خطا کی پردہ پوشی ہے۔ اسی وقت گیا اور جو کچھ پاس تھا لاکر خان کی نذر کر دیا اور اپنی عزت و اعتبار کو بچا لیا۔

سپاہ میں سے اگر کوئی شخص اپنی حد سے تجاوز کر کے کسی زیردست پر ظلم کرے تو اسے مظلوم کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ اپنی داد اس سے حاصل کرے۔

کلانتران و کدخدایان (نمبردار و سرپنچ) اگر رعایا میں سے کسی فرد پر ظلم کریں تو ظلم کی نوعیت اور ان کی استطاعت کے حسب حال ان پر جرمانہ کیا جائے اور اگر کوئی حاکم و داروغہ از راہ ظلم رعیت کو خراب کرے تو اسے سزا دی جائے اور میں نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر ثبوت جرم کے بعد گناہ گار پر جرمانہ کیا جائے تو بدنی سزا نہ دیں۔ بدنی سزا (تازیانہ) دی جائے تو جرمانہ نہ کریں۔

چور کے متعلق عام فرمان جاری کر رکھا تھا کہ جہاں ہو اور جس کسی کو ملے اسے کیفر کردار کو پہنچا دیا جائے۔ اور جس کسی نے کسی شخص کا مال چوری تعدی سے چھینا ہو۔ اس سے وہ مال لے کر اصل مالک کو دلوا دیا جائے باقی جرائم مثلاً کسی کے دانت توڑ دینا۔ اندھا کر دینا۔ زنا کرنا وغیرہ کا اگر کسی سے ارتکاب ہو تو اسے دیوان میں پیش کیا جائے۔ اگر جرم امور شرعی کے

متعلق ہو تو قاضی اسلام اس کے متعلق حکم دے۔ اگر جرم ملکی ضوابط سے تعلق رکھتا ہو تو قاضی احداث تحقیقات کر کے میرے حضور رپورٹ بھیجے۔

وزراء کی نگہداشت کا قانون وضابطہ

میں نے حکم دیا کہ وزراء کے تقرر کے وقت چار صفتوں کو باعتبار دیکھ لیا جائے۔ اوّل اصالت ونجابت۔ دوم عقل وکیاست۔ سوم سپاہ ورعیت سے نیک سلوک۔ اور اچھا برتاؤ کرنے کی عادت۔ چہارم۔ بردباری وسلامت روی۔ جو شخص ان چار اوصاف سے متصف ہو۔ صرف اسی کو وزارت کے مرتبہ کے قابل سمجھا جائے۔ ایسی وزیر ومشیر مقرر کریں۔ اور امور مملکت ومعاملات سپاہ ورعیت کی عنان اس کے سپرد کرے کے اس وقت اوسی چار چیزوں سے امتیاز بخشا جائے یعنی اعتماد واختیار واقتدار سے۔

وزارت کے لیے پوری طرح سے اہل ایسا وزیر ہوتا ہے جو امور ملکی اور معاملات مال کا بندوبست نیکی ونیک ذاتی اور حسن سلوک سے کرتا ہو۔ جہاں سے نہ لینا چاہیے۔ وہاں سے نہ لے۔ جہاں نہ دینا مناسب ہو۔ وہاں نہ دے اور امر ونواہی میں نجابت واصالت کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں

نفاق و دورنمازی کی کوئی بات اس سے ہویدا نہ ہو۔ سپاہ و رعیت میں سے ہر شخص کا نام نیکی سے لے کسی کی نسبت نہ بد کہے نہ سُنے۔ اگر کسی سے بدی دیکھے تو ایسا سلوک کرے کہ وہ شخص بدی سے باز آجائے۔ اور اپنے سے بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرتا ہو۔ تاکہ وہ اُسکی طرف رجوع لے آئے۔

جو وزیر لوگوں کی نسبت بد کہتا اور بد سنتا ہو۔ درنمازی کرتا ہو۔ اور نیک لوگوں کو اس کینہ کی وجہ سے جو اُسکے دلمیں ان کی نسبت ہو خراب کرے تو اوس کو وزارت سے معزول کر دیا جائے۔ بدذاتوں۔ حاسدوں۔ کینہ دروں اور شریروں کو وزارت نہ دی جائے۔ کیونکہ سفلوں اور اشرار کی وزارت کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دولت وسلطنت جلد زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ملک شاہ سلجوقی نے اپنے وزیر نظام الملک کو جو تمام نیک اوصاف سے آراستہ تھا۔ معزول کرکے ایک شریر سفلہ کو اس کی جگہ مقرر کر دیا۔ تو اوس کی بدنفسی شرارت اور بداعمالی سے بادشاہ کی سلطنت منہدم ہو گئی۔ اس طرح مستعصم باللہ عباسی نے ابن علقمی کو جو حسد و کینہ کی بُرائیاں رکھتا تھا اپنا وزیر بنایا تو اس شخص نے بوجہ اس کینہ کے جو اوسے خلیفہ سے تھا۔ ایک طرف منافقانہ باتوں سے خلیفہ کو پرچائے رکھا۔ اور دوسری طرف ہلاکو خاں کو ترغیب دلا کر

خلیفہ کے سر پر چڑھا لایا۔ اور خلیفہ کو گرفتار کر کے اسکا وہ حشر کرایا جو ہوا۔

پس ایسے شخص کو ہی جو اصیل و نجیب خاندان اور نیکوکار ہو وزیر بنایا جائے کیونکہ اصیل خطا نہیں کرتا۔ اور بد اصل سے کبھی وفا نہیں ہوتی۔ جو وزیر سلامتی نفس اور راستی سے وزارت کے فرائض سر انجام دے۔ اور امور ملکی و مالی کا انصرام و دیانت و امانت اور صلاحیت سے کرے اسے مراتب عالیہ پر ترقی دیجائے اگر کوئی وزیر شرارت و بدنفسی سے معاملات سر انجام دیتا ہو۔ تو جلد یہ نتیجہ نکلیگا کہ اس سلطنت سے خیر و برکت اُٹھ جائے گی۔

دانا وزیر وہ ہے جو درشتی و نرمی دونوں سے کام لے۔ نہ بہت سخت ہو نہ ازحد نرم۔ اگر زیادہ نرمی سے کام لے گا۔ تو دنیا طلب اور طماع لوگ اسے دبالیں گے۔ اور اگر زیادہ سختی کرے گا تو اوس سے بھاگ جائیں گے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں لائیں گے۔ پس دانا وزیر وہ ہے جو کارخانہ سلطنت کا انتظام حسن سلوک اور سمجھ سے کرے۔ امور سلطنت میں تحمل و بردباری سے کام لے اور معاملات کو نہایت سختی و نرمی سے فیصل کرے۔ ایسے وزیر کو سلطنت میں شریک سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ سلطنت ملک و خزانہ لشکر سے قایم ہوتی ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں دانا وزیر کی مدد سے اصلاح و تکمیل

پاتی ہیں۔

جامع الاخلاق وزیر وہ ہے کہ اگر اس سے کبھی نا ملایم سلوک ہو تو دل میں اس بات کا کینہ اور غصہ نہ رکھے۔ اگر کینہ ور اور منافق ہو تو اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ مبادا دشمنان دولت سے ساز باز کر کے خزانہ اور لشکر کو مختل نہ کر دے۔

عاقل وزیر وہ ہے کہ ایک ہاتھ رعیت کے سر پر رکھے اور دوسرا سپاہ پر۔ جہاں سے لینا نہ واجب ہو نہ لے جہاں دینا نامناسب ہو نہ دے حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ دے۔ راستی و درستی سے معاملہ کرے۔ نظر انجام کار پر رکھے۔ اور معاملات کے نظم و نسق میں دشمن کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔

کاردان اور کارگذار وزیر وہ ہے جو ملک کی آبادی۔ رعیت کی فلاح۔ سپاہ کی جمیع الخاطری اور خزانہ کی توفیر کا خیال رکھتا ہو۔ جو امور سلطنت کے لئے مفید ہوں۔ ان کے اجراء میں سعی کرے۔ اور جو مضر ہوں ان کے دفعیہ میں مال و جان سے کوشاں رہے۔ اور سپاہ و رعیت کے معاملات کو خیر و صلاح کے راستہ پر چلنا رہنے سے فیصل کرے۔

نیک خصال وزیر وہ ہے جس کے نیک اعمال اس کے بد افعال پر غالب رہیں میں نے سنا ہے کہ نظام الملک کے نیک فعل افعال مغلوب پر غالب رہتے چنانچہ ایک وقت اس نے حج کا ارادہ کیا۔ تو اہل اشہر میں سے ایک نے اوسے کہا کہ تیرا یہی عمل خیر جو تجھ سے ملک شاہ کی سلطنت میں صادر ہو رہا ہے یعنی خدا کی مخلوق تجھ سے مستفید ہو رہی ہے۔ حج کے برابر ہے۔ علی بن یقطین کی نسبت جو ہارون الرشید کا وزیر مطلب مجھے بتایا گیا ہے کہ مخلوق خدا کو اس سے بہت فائدہ پہنچتا تھا۔ ایک دن اس نے وزارت چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ تو آئمہ دین میں سے ایک نے اوسے کہا کہ تجھ پر درگاہ خلیفہ میں منصب وزارت پر قائم رہنا اور اس سے الگ نہ ہونا واجب ہے۔ کیونکہ تجھ سے جو نفع و امداد بندگان خدا کو مل رہی ہے۔ وہ تیرے تمام باقی افعال و اعمال حسنہ سے ثواب میں بڑھی ہوئی ہے۔

مجھ سے یہ بھی روایت کیگئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر آپ نبوت و رسالت پر مبعوث و مامور نہ ہوتے تو کیا کام اختیار فرماتے۔ جواب میں فرمایا۔ سلاطین کی خدمت اختیار کرتا تاکہ مخلوق خدا کو نفع پہونچاتا۔ لہذا یہی وجہ مخفی کہیں نے تغلق تیمور خان کے بیٹے

الیاس خواجہ کی وزارت و سپہ سالاری قبول کی تھی۔ کہ مخلوق کی مدد کروں اور یہ اسی امداد خلق اللہ کا ثمرہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے سلطنت کے رتبہ تک پہونچا دیا۔

جو وزیر تدبیر و شمشیر سے کسی ملک کو فتح کرے یا ملک کی نگاہداری و حفاظت کرے اس وزیر کو عزیز و محترم رکھا جائے۔ اس کے مراتب میں زیادتی کیجائے۔ اور اسے صاحب السیف القلم کا خطاب دیا جائے۔

خردمند و ہوشمند وزیر وہ ہے جو تدبیر و عقلمندی سے کسی لشکر کو منتشر اور خوش اسلوبی اور دانائی سے کسی لشکر کو متفق کر سکتا ہو اور دشمن کی توجہ کو تمام کر لیتا اور اپنے ولی نعمت کا نگاہبان ہو اور بادشاہ کو جو مشکل اور مہم پیش آئے۔ رائے تدبیر اور دور بینی سے اس مشکل کو آسان کر دے اور امور سلطنت میں پیچیدگی پڑ جائے تو ناخن عقل و فکر سے اس گرہ کو کھول دے چنانچہ جب علی بیگ غربانی نے مجھے پکڑ لیا اور ایک ایسے مکان میں جو کھٹملوں اور پسوؤں سے بھرا ہوا تھا قید کر دیا تو میرا ایک وزیر عزیز الدین ترخیب یلغار کرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔ اور علی بیگ کو سمجھا کر اس کی آنکھ مجھ سے پھیر کر دی۔ پھر مجھے حوصلہ دلایا۔ چنانچہ میں شجاعت و پامردی سے کام

سے کہ بضرب شمشیر نگاہبانوں کے بیچ میں سے باہر نکل گیا۔ اور نجات پائی اسی
طرح نظام الملک نے ملک شاہ کو قیصر کی قید سے خلاصی دلائی تھی۔ پس ایسے
وزیر کو شریک دولت سمجھ کر اسے عزیز رکھا جائے۔ اور اسکی بات سے تجاوز نہ کیا
جائے۔ کیونکہ وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل از روئے عقل کہتا ہے۔ اگر بادشاہ ظالم
ہو اور وزیر عادل تو بادشاہ کے ظلم کا تدارک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وزیر ظالم ہو
تو جلد سلسلۂ امور سلطنت درہم برہم ہو جاتا ہے۔

امراء اور سرداروں کے متعلق ضابطہ اور قانون

میں نے حکم دیا کہ تین سو تیرہ مردوں کو جو میرے خاص الخاص نوکر ہیں۔ درجۂ
امیری دیا جائے۔ یہ لوگ اصالت و نجابت عقل و کیاست۔ تہور و شجاعت۔ تدبیر
حزم و احتیاط و دوربینی و عاقبت اندیشی کے اوصاف سے متصف تھے۔ ان میں سے
ہر ایک کیلئے کوتل (اسباب) تعین کیا۔ اگر ان میں سے کوئی مر جاتا تو یہ کوتل اس کے
جانشین کو دیا جاتا۔ اس کوتل کا نام منتظر الامارت رکھا۔

میرے یہ تین سو تیرہ امیر صاحبان عقل و ہوش رونق بزم و رزم اور صف
آراء لشکر شکن تھے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ امارت و سرداری کے لائق وہ شخص ہوتا ہے

جو رموز جنگ اور غنیم کو شکست دینے کی شیوہ سے آگاہ ہو۔ جنگ کے وقت اس کا دل قایم رہے۔ اور ہاتھ پاؤں لرزہ نہ کھانے لگیں۔ افواج کی کمانڈری کر سکے۔ اور اگر لشکر کی صفوں میں رخنہ پڑ جائے تو اس رخنہ کو بند کر سکنے پر قادر ہو۔

امیرالامرائی کے لائق وہ شخص ہو سکتا ہے جو بزم و رزم دونوں حالتوں میں میرا قایم مقام اور نائب مَنّی کی قابلیت رکھتا ہو۔ اور لشکر کی کمان اپنی شوکت و مہابت اور اپنے دبدبہ کی وجہ سے کر سکتا ہو۔ اور جو شخص اسکی مخالفت کرے اُسے تنبیہ کر سکنے پر قادر ہو۔

میں نے حکم دیا کہ تین سو تیرہ نفر میں سے چار شخص بیگلر بیگی کے رتبہ پر اور ایک شخص امیرالامراء مقرر کیا جائے۔ جس کا حکم قوجلشیوں اور جنگوں میں تمام امراء و جملہ سپاہ پر جاری ہو۔ اور میری موجودگی میں وہ میرا نائب ہو۔

بارہ دیگر آدمیوں کو جو صاحب غیرت و ناموس تھے اس ترتیب سے رتبہ امارت بخشا۔ امیر اوّل کو ایک ہزار شخص کی سرداری دے کر ان کا امیر بنایا امیر دوم کو دو ہزار آدمیوں کی سرداری دی۔ اسی طرح امیر سوم و چہارم و پنجم کو تین چار و پانچ ہزار آدمیوں پر اور بارھویں امیر تک اسی ترتیب

چھے سے یکر بارہ ہزار آدمیوں کا افسر بنایا۔ اور ہر ایک کو بلحاظ رتبہ دوسرے کا
نائب قرار دیا یعنی امیر اوّل کو امیر دوم کا نائب۔ اور دوم کو سوم کا
وقس علیٰ ذالک گیارھویں بارھویں امیر کا نائب کیا۔ اور بارھویں امیر کو امیر الامرا
کا نائب اور امیر الامرا کو اپنا نائب۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی قضیہ پیش آجائے۔ تو
نائب اس کا قائم مقام ہو جائے۔

ایک حکم یہ دیا کہ تین سو تیرہ میں سے ایک سو آدمیوں کو اون باشی بنایا
جائے۔ ایک سو کو یوزباشی اور ایک سو کو بن باشی اور حکم دیا کہ چار قبلیچار کے
وقت امیر الامراء اپنا حکم امراء کو دے۔ امراء بن باشیوں کو اور اسی طرح
درجہ بدرجہ اون باشی تک کیا جائے۔ اون باشی کا کام یوزباشی کو سپرد
نہ ہو۔ نہ یوزباشی کا بن باشی کا۔ بن باشی کا امیر کو اور امیر کا امیر الامراء کو اور نہ کا
حکم نہ دیا جائے۔ جو مہم اون باشی سرانجام دیکتا ہو وہ یوزباشی کے
حوالہ نہ کی جائے۔ اور اسی طرح جو کام یوزباشی کر سکتا ہو۔ اس کے لئے
بن باشی کو مکلف نہ کیا جائے۔ اور امیر الامرا میں سے جو از راہ شوق کام
کا طلبگار ہو اوسے کام سپرد کیا جائے۔

سپاہ کی ترقی مدارج کا قاعدہ و قانون

حکم دیا کہ جن بہادروں نے کارہائے نمایاں کئے ہوں۔ اون کو پہلی کارنامہ پر اون باشی بنایا جائے۔ دوسرے پر یوز باشی۔ تیسرے پر بن باشی۔ اور اون باشی کے ماتحتوں کو پہلے کارنامہ پر اون باشی کے عہدہ پر ترقی دیجائے اور ساتھ ہی تاکید کردی کہ ترقی دیتے وقت صرف شمشیر زنی کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ بیل بھی سینگ مارتا ہے۔ بلکہ سپاہی کی اصالت و نجابت کا بھی خیال کرلیا جائے۔ ایسے بن باشی کو جو بضرب شمشیر لشکر کو توڑ دے امیر اوّل بنائے جانے کا حکم دیا۔ امیر اوّل کو صف شکنی پر امیر دوم۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ باقی امراء کو بالا تر رتبہ پر ترقی دیجائے۔ اور عام سپاہیوں سے جو شمشیر کے جوہر دکھلائے اوسکی تنخواہ بڑھادی جائے۔

اور جو سپاہی کام کے وقت روگردانی کرے اسکو سلامی نہ دیجائے اگر اضطراراً اور لاچاری کی وجہ سے روگرداں ہوا ہو تو اوسے معذور سمجھیں۔ اگر اس کا باعث واہمہ ہو تو اس کا معالجہ کریں۔ جو سپاہی شمشیر زنی کرے اور زخم کھائے اوسے انعام دیا جائے۔ اگر زخم کھا کر روگرداں ہوا ہو تو اس کی

دلجوئی کریں۔ اور اس کے زخم کو اس بات کا ثبوت سمجھیں کہ اگر وہ دشمن تک نہیں پہنچ سکا تو دشمن اس تک پہنچا جس امر کا گواہ اسکا زخم ہے۔

حکم دیا کہ سپاہی کے حق کو ضائع نہ کیا جائے۔ جو سپاہی بوڑھا ہو جائے اوس کو تنخواہ اور رتبہ سے محروم نہ کریں۔ سپاہ کے حال کو پوشیدہ نہ رکھیں کیونکہ سپاہی لوگ اپنی باقی عمر کو مال فانی کے عوض بیچنے والے ہوتے ہیں لہذا صلے کے مستحق اور انعام و تربیت کے لائق ہیں۔ اگر ان کو انعام سے محروم کر دیا جائے اور ان کی تکالیف کو پوشیدہ رکھا جائے تو یہ سخت بے انصافی ہوگی۔ نیز حکم دیا کہ جو امیر وزیر اور سپاہی خدمت گذاری سے مجھ پر کوئی حق ثابت کر دے۔ کسی لشکر کو شکست دی ہو یا کسی ملک کو مسخر کیا ہو یا شمشیر ماری ہو اسکے حق خدمت کو تسلیم کر کے اس کا صلہ دیا جائے اور بوڑھے سپاہیوں کی عزت کرتے رہ کر ان کی باتیں بتوجہ سنی جائیں کیونکہ وہ جو کچھ کہیں گے از روئے تجربہ کہیں گے۔ اون کو کارخانۂ سلطنت کا لازمہ سمجھا جائے۔ اور اون کے بعد ان کے بیٹوں کو ان کا قائم مقام بنایا جائے۔

دشمن کے جو آدمی گرفتار کئے جائیں ان کی نسبت حکم دیا کہ اونہیں قتل

نہ کیا جائے۔ بلکہ اختیار دیا جائے کہ نوکری کرنی چاہیں تو کرلیں۔ ورنہ انکو آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے چار ہزار آدمیوں کو آزاد کیا۔ دشمن کی جو سپاہ اپنے مالک کی طرف سے شمشیر زنی کرے اور حق نمک کو بجا لائے وہ اگر بہ مرضی خود یا مجبوراً میری بارگاہ کی طرف التجا لائے تو اس پر اعتماد کیا جائے۔ اور اسے عزت دی جائے کیونکہ وہ اپنے آقا کی وفادار رہی تھی۔ اور حق نمک بجا لائی تھی۔

چنانچہ میں نے شیر بہرام سے یہی سلوک کیا۔ امیر حسین کی جنگ میں وہ میرا مقابل ہوا۔ اور نمایاں شمشیر زنی کی۔ جب مجبوراً اسے مجھ سے پناہ مانگنی پڑی تو میں نے اس کا احترام کیا۔ ایسا ہی واقعہ منگلی بوغا سے گذرا۔ جنگ بلخ میں اس نے مجھ پر فوج کشی کی۔ میں نے جنگ سے پہلے اسے پیغام بھیج کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ اس نے تعلق تیمور خاں کے حق نمک کو فراموش نہ کیا۔ اور لشکر آدمی لے کے مجھ سے مردانہ لڑائی کی۔ اسمیں شکست پائی اور ایک دن میری خود میرے سامنے حاضر ہو کر دو زانوں بیٹھ گیا۔ میں نے اسکے مرتبہ و قدر کو بلند کیا اور اپنی عنایات سے بہرہ ور کیا اس پر اتنی مہربانیاں کیں کہ اس کی تمام پرانی کدورتیں دھل گئیں۔ میں ہر مجلس میں اسے آفرین و رحمت یاد کہا کرتا تھا چونکہ وہ مرد آدمی تھا میری خدمت میں آکر بھی مردانہ کارہائے نمایاں کئے۔ اور مجھے ممنون بنایا

آذربائیجان کے جنگ میں قرا یوسف سے لڑائی ہو رہی تھی۔ کہ ایک وقت
میری سپاہ مضطرب ہو گئی۔ منگلی بوغا نے قرا یوسف کے افسران لشکر میں سے ایک
افسر کا سر نیزے پر بلند کر کے اسے قرا یوسف کا سر قرار دیا اور لشکر میں باآواز بلند
پکارنا شروع کیا کہ قرا یوسف ہلاک ہو گیا ہے۔ لشکر کا دل قائم ہو گیا۔ اور قرا یوسف
کی فوج کے قلب پر حملہ کر دیا۔ اور قرا یوسف کو شکست ہو گئی۔ میں نے اس فتح کو منگلی
بوغا کے نام پر تحریر کر دیا۔ اور اس کے مراتب میں ترقی کر دی۔

امرا و وزرا و سپاہ و رعیت کو انعام و اکرام عطا کرنے کا قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ جو امیر کسی ملک کو فتح کرے یا دشمن کے کسی لشکر کو شکست
دے اُسے تین چیزوں کا خطاب و طوغ و نقارہ سے امتیاز بخشا جائے۔ اور
بہادر کا لقب دیا جائے۔ اور دولت و سلطنت میں شریک سمجھ کر مجلس شوریٰ
میں داخل کیا جائے۔ سرحد کی صوبہ داری اس کے حوالے کی جائے۔ اور امراء کو اس کا
تابع کیا جائے۔ اسی طرح اُس امیر سے سلوک ہو جو بغاوت کو فرو کرے
یا کسی امیر زادہ یا خان کو شکست دے۔ چنانچہ امیر ایکو تیمور کو جو اروس خان کی
سرکوبی کی مہم پر مامور ہوا تھا۔ اور فتح یاب ہوا تھا میں نے تومان و طوغ اور

علم ذلقارہ بخشا۔ اور اُسے اپنی سلطنت میں شریک کر کے اپنا مشیر و وزیر بنایا اور اپنی مجلس کنکاش (شوریٰ) میں اُسے داخل کیا۔ سرحد کی حکومت اسے عطا کی۔ اور امراء کو اس کے تابع کیا۔ حاسدوں نے اس کے برخلاف چغلیاں کھائیں۔ کہ ابوسں اردین خاں کو لوٹ کر اس کا تمام مال و اسباب ایکو تیمور نے اپنے تصرف میں کر لیا تھا۔ ایسی باتوں سے میری طبیعت کو اسکی طرف سے برگشتہ بنانا چاہا۔ مگر میں بہرام چوبین کا قصہ سُن چکا تھا۔ اسکی کچھ پروا نہ کی قصہ یہ ہے کہ جب خاقان نے تین لاکھ ترکان خونخوار کے لشکر سے ہرمز بن نوشیرواں پر فوج کشی کی تو ہرمز نے اپنے باپ نوشیرواں کے سالار اور وزیر و مشیر بہرام چوبین کو تین لاکھ بیس ہزار ایرانی سپاہی دے کر خاقان کے مقابلہ پر بھیجا۔ باہم تین رات دن لڑائی ہوتی رہی۔ آخر خاقان کو شکست دے کر کل حقیقت ہرمز کے حضور میں عرض کر بھیجی۔ اور ساتھ ہی تمام مال غنیمت جو ہاتھ آیا تھا بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔

حاسدوں اور چغلخوروں نے جن کو ہرمز کی مجلس میں گفتگو کرنے کا موقعہ حاصل تھا چغلی کھائی کہ بہرام نے بیشمار دولت قطعاً اپنے پاس رکھ لی ہے اور خاقان کی مرصع تلوار۔ کلاہ اور موزہ مکلل بجواہر کو اپنے تصرف میں کر لیا ہے

ہرمز نے خام طمعی سے ان لوگوں کی باتوں کو صحیح سمجھ کر بہرام کی خدمت اور
کارگذاری کو نظر انداز کر دیا۔ اور اسے خائین و گنہگار قرار دے کر اس کیلئے
زنانہ لباس اور طوق و زنجیر بھیجدئے۔ بہرام نے گردن میں طوق اور پاؤں میں
بیڑی ڈال لی۔ اور زنانہ لباس پہنکر امرا و سرداران فوج کو جمع کر کے دربار
عام کیا جب سرداروں اور لشکریوں نے اسے اس حال میں دیکھا ہرمز سے
سخت رنجیدہ خاطر ہوگئے۔ اور اسپر نفرین بھیجی۔ من بعد سب اہل لشکر کے
اتفاق سے بہرام چوبین نے دارالسلطنت مین واپس آکر ہرمز کو معزول کر دیا اور
خسرو پرویز کو تخت پر بٹھا دیا۔

چونکہ میں یہ قصہ سن چکا تھا تاکہ مطعون نہ بنوں میں نے امیر ایکو تیمور
کو طلب کر کے مجلس آراستہ کی اور سب کو بار عام دیدیا۔ پھر الیوس اردس خاں
سے جس قدر مال و متاع غنیمت میں ملا تھا۔ اوسے حاضر کئے جانے کا حکم
دیا۔ جب وہ دربار میں لاکر رکھا گیا تو سب کچھ امیر ایکو تیمور اور دوسرے بہادروں
اور سپاہیوں کو جنہوں نے اوس کے ہمراہ شمشیر زنی کی تھی۔ انعام میں دے دیا
اور اعلان کیا جو امیر جنگ کے موقعہ پر اپنے لشکر کو محفوظ رکھ کر دشمن کی فوج کو
شکست دیگا اسکا مرتبہ بھی اسی طرح بڑھاؤں گا۔

چنانچہ توقتمش خاں کی جنگ میں تاباں بہادر نے دشمن کے علمبردار تک پہنچ کر اس کے جھنڈے کو نگونسار کر دیا۔ اور اس کارگذاری میں کئی زخم کھائے۔ حاسدوں اور دشمنوں نے اسکی یہ خدمت مخفی رکھنی چاہی۔ مگر میرے انصاف نے مجھے چشم پوشی کی اجازت نہ دی۔ اسے امارت کا رتبہ دیکر تربیت کیا اور علم بخشدیا۔

میں نے حکم دیا کہ اون باشیوں۔ یوزباشیوں اور بن باشیوں میں سے جو فوج شکنی کرے اس کارگذاری کے صلہ میں اوسے اگر اون باشی ہو تو کسی شہر کی حکومت اور یوزباشی ہو تو کسی صوبہ کی حکومت عطا کیجائے۔ چنانچہ برلاس بہادر یوزباشی کو جس نے توقتمش خاں کی جنگ میں غنیم سے دوچار ہوکر اس کی فوج کو شکست دی تھی۔ صوبہ حصار شادمان کی حکومت بخشی۔ اسی طرح حکم دیا کہ جو بن باشی غنیم کی فوج کو توڑے اوسے کسی مملکت کا والی (گورنر جنرل) بنا دیا جائے۔ چنانچہ محمد آزاد کو جس نے کتور کی جنگ میں ان سیاہ پوشوں کو جن سے برہان اغلان شکست کھا چکا تھا ہزیمت دی۔ تو اوسے مملکت قندز و کولاب کا والی کر دیا گیا نیز حکم دیا کہ جو امیر کسی ملک کو فتح کرکے دشمن کے قبضہ سے چھین لے۔ وہ ملک تین سال تک بطور انعام اوس کے پاس رہنے دیا جائے۔ اور حکم دیا کہ جو بہادر سپاہی شمشیر زنی کرے۔ اوسے کلغگ یا مرصع اناقہ دکمر بند و شمشیر اور گھوڑا انعام

میں دیا جائے۔ اور اون باشی کے رتبہ پر ترقی دی جائے۔ حتیٰ کہ دوسری و تیسری کارگذاری پر وہ یوز باشی اور بن باشی کے درجہ تک پہنچ جائے۔

عطائے طبل و علم کا قاعدہ

میں نے حکم دیا کہ بارہ امیروں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ دیا جائے۔ اور امیر الامراء کو علم۔ نقارہ۔ تومان۔ طوغ اور چرطوغ بخشے جائیں۔ بن باشی کو طوغ اور نفیری یوز باشی و اون باشی کو طبل۔ اویماق کے امراء کو برغوی اور ہر چہار بیگیوں میں سے ہر ایک کو علم و نقارہ چرطوغ اور برغوی دئے جائیں۔ اور امراء میں سے جو کوئی فوج شکنی کرے یا کسی ملک کو مسخر کرے۔ اگر وہ امیر اوّل ہو تو امیر دوم کیا جائے وقس علےٰ ذالک یعنی ایک درجہ کی ترقی عطا ہو۔ اور اگر گیارہواں امیر ہو تو اسے بارہواں امیر کرکے علم و طوغ و نقارہ دیا جائے۔

امیر اوّل کو ایک طوغ۔ امیر دوم کو دو۔ تیسرے کو تین۔ چوتھے کو چار۔ مع نقارہ دئے جائیں۔ حتیٰ کہ وہ تومان طوغ اور چرطوغ کے مرتبہ تک پہونچے۔ طوغ بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں۔ علم چھوٹا جھنڈا۔ تومان طوغ و چرطوغ بھی جھنڈے کی فائق تر اقسام ہیں۔

قاعدہ سامان و سرانجام سپاہ

میں نے حکم دیا کہ فوجکشیوں میں عام سواروں میں سے ہر اٹھارہ کے لئے ایک خیمہ ہو۔ اور ہر شخص کے پاس دو گھوڑے کمان ترکش شمشیر آرہ سینے کی آر یا سوا چوال[1] چرالدوزی۔ تیر تیشہ۔ دس سوئیاں۔ اور ایک چرم پشت ہوا کرے۔

زمرہ بہادران میں سے ہر پانچ آدمی ایک خیمہ ساتھ رکھیں۔ اور ہر ایک فرد ایک جوشن ایک خود۔ ایک شمشیر ایک ترکش و کمان اور گھوڑے بہ تعداد مقرر ہمراہ لیجائے۔

اون یاشیوں میں سے ہر ایک ایک خیمہ۔ زرہ۔ شمشیر۔ ترکش۔ کمان اور پانچ گھوڑے ساتھ رکھیں۔ اور تمنا باشیوں میں سے ہر ایک خیمہ۔ اور دس راس اسپ اور شمشیر ترکش۔ کمان۔ گرز کا سکن اور زرہ بکتر وغیرہ اسلحہ وسامان حرب میں سے ہر ایک متعدد رکھیں۔ بن باشیوں میں سے ہر ایک خیمہ سامان اور سلاح از قسم زرہ جوشن وخود وتیر وشمشیر و ترکش وتیر میں سے

[1] چوال با گون جسے پنجابی میں چھٹ کہتے ہیں۔

ساتھ لیجا سکتا ہو لیجائے۔ امیر اوّل خیمہ آتاق اور سائبان ساتھ رکھے۔ اور اسلحہ میں سے اپنی امارت کی نشان کے حسب حال جس قدر لیجا سکتا ہو لیجائے اور اس بارہ میں دوسروں کی بھی مدد کرے۔ اسی طرح باقی تمام امیر تا بدرجہ امیر الامرا گھوڑوں۔ سائبانوں۔ اتاق و خیمہ کی قسم کے ساز و سامان کی مقدار اپنے مرتبہ کے لحاظ کے حسب حال ساتھ لیجائیں۔ امیر اوّل ایک سو دس گھوڑے امیر دوم ایک سو بیس۔ امیر سوم ایک سو تیس۔ چوتھا ایک سو چالیس گھوڑے ساتھ لیجائے۔ اسی طرح دس دس ہر اعلےٰ امیر زیادہ لیجائے مگر امیر الامرا کے ہمراہ تین سو سے زیادہ گھوڑے نہ ہوں۔ پیادہ سپاہ میں ہر ایک سپاہی ایک شمشیر کمان و تیر لازمی طور پر ہمراہ رکھے اور اس سے زیادہ جس قدر ہمراہ لیجا سکتا ہو مگر جنگ کے موقعہ پر مندرجہ بالا اسلحہ سے ہرگز اس کے پاس کم نہ ہوں۔

قاعدہ شرف حضور و مجالس بزم و رزم

میں نے حکم دیا کہ مجالس بزم میں سپاہی۔ امرا۔ بن باشی۔ یوز باشی۔ اور اون باشی کلاہ موزہ۔ سر موزہ۔ گریبان دار جامہ۔ بگدہ اور شمشیر بغیر دیوان خانہ میں حاضر نہ ہوں۔ اور کہ بارہ ہزار شمشیر بردار قلیچی۔ ساز و صلاح سے آراستہ دیوان خانہ

کے پس و پیش اور دائیں بائیں کو شک میں اس ترتیب سے حاضر رہیں۔ کہ ہر رات ان میں سے ایک ہزار آدمی حضوری میں موجود ہوا کریں۔ اور ہر سو قلیچیوں کی کمان پر ایک یوزباشی ہوا کرے جس کے پاس ایک بگل بھی ہو۔

اور حکم دیا کہ معرکہائے رزم میں ہر بارہ امیر اور لشکر کے تمام تمن باشی یوزباشی اور اون باشی بارہ ہزار سلاح بردار سواروں کو لیکر ایک ایک رات اپنے اپنے پہرہ کی موقعوں پر حاضر رہا کریں۔ اور ان بارہ ہزار سواروں کو چار فوجوں میں تقسیم کر کے فوج کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے مامور کریں۔ اور ان میں سے ہر ایک نوبت بہ نوبت لشکر سے روانہ ہو کر نیم فرسنگ کی مسافت پر قیام کرے۔ اور ان چاروں فوجوں میں سے ہر ایک اپنا اپنا ہراولی دستہ مقرر کرے اور ہراول اپنا قراولی دستہ آگے رکھے۔ اور احتیاط و ہوشیاری کے سررشتہ کو مضبوط پکڑے رہ کر خبریں پہنچاتی جاتی رہیں۔ اور لشکر و کیمپ کے چاروں طرف کوتوال مقرر کئے جائیں۔ انکے ذمہ یہ کام ہونگے۔ کیمپ کی حفاظت و نگہبانی اور اہل بازار سے ٹیکس و محاصل کی وصولی۔ اہل کیمپ میں سے اگر کسی کی چوری ہو جائے تو کوتوال ذمہ دار ہونگے۔ اور کہ ہر چہار افواج میں سے ہر ایک اپنا اپنا جیتقول چی دگردادرہم مقرر کرے۔ جو چار چار کوس تک لشکر کی تعداد کو احاطہ تحریر میں لائیں

اور اگر کسی کو مقتول و مجروح پائیں تو اسکی تدفین و تیمارداری کرائیں اور اگر کسی کی چوری ہو جائے تو جواب دیں اور حکم دیا لشکر کا ایک تہائی حصہ سرحد کی نگہداشت پر مامور رہے۔ اور دو حصے ہر وقت رکاب خاص کے ہمراہ حاضر خدمت رہیں۔

قاعدہ خدمت وزرأ

میں نے حکم دیا کہ چار وزیر دیوان حضوری میں مقرر رہیں۔ اول وزیر مملکت و رعیت یہ وزیر مملکت کے معاملات و مہمات۔ رعیت کے حال احوال صوبوں کی آمدنی و محاصل و خرچ و برداشت اور ملک کے انتظام و آبادی اور معموری کے متعلق رپورٹیں عرض کیا کرے۔ دوم وزیر سپاہ جو سپاہیوں کی تنخواہ و جاگیرات کی رپورٹ عرض کرتا رہے۔ سوم وزیر سائرہ و ہوائی کے مفقودوں متوفیوں اور فراریوں کے مال و اسباب کو جمع کر کے ضبط تحریر میں لائے۔ اور بطریق امانت اپنے پاس نگاہ رکھے اور آیندہ و روند کے مال سے زکوٰۃ اور مولیشی۔ چراگاہوں اور پانی کے گھاٹوں سے محصول وصول اور جمع کرے۔ اور متوفیوں اور مفقودوں کا مال ان کے وارثوں کو پہنچاوے۔ چہارم وزیر کارخانہائے سلطنت کہ آمدنی و خرچ اور خزانہ اور جانوروں کے جملہ خرچ سے آگاہ ہو اور حکم دیا کہ

ان کے علاوہ تین وزیر سرحدوں پر اور مملکت خاصہ میں مامور ہوں۔ تاکہ صوبوں
کے انتظام اور معاملات مالی کی نگاہداری کریں۔

ساتویں وزیر دیوان بیگی کے تابع ہوں۔ اور امور مالیہ کو دیوان بیگی
کے اتفاق رائے سے سرانجام دیکر حضوری میں رپورٹ عرض کریں۔ اور حکم دیا کہ ایک
عرض بیگی بھی مقرر کیا جائے جو سپاہ و رعیت۔ داد خواہوں اور خرابی و آبادی ملک کے
حالات و مہمات میں سے جو امور فیصلہ ہو کر انجام کو پہنچ جائیں۔ ان کے حالات عرض کیا
کرے[۵] اور قاضی اسلام امور شرعیہ کو اور قاضی احداث معاملات اور امور
قانونی کو معروض کرے اور حکم دیا کہ یہ سب عہدہ دار محفل خاص میں امور ملکی بندوبست
مملکت امراء و سپاہ کی تبدیلی و تعیناتی اور مشورات و تدابیر کو عرض کیا کریں اور
اس محفل خاص میں ایسا منشی محرم جو رازوں کو مخفی رکھ سکتا ہو۔ حاضر رہا کرے تاکہ
مخفی باتوں اور مشوروں کو ہو بہو بلا کم و کاست لکھتا جائے۔

اور حکم دیا کہ منشیوں کا ایک عملہ مقرر کیا جائے جو نوبت بنوبت مجلس کے
دیوان میں حاضر رہ کر مہمات و معاملات میں سے جن کا فیصلہ ہو کر ایک صورت قرار پا جائے
ان کو ضبط تحریر میں لائیں۔ اور جو کچھ عرض ہوا اور جو کچھ میں اس پر حکم دوں
اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے کام کے متعلق جو کچھ مجلس میں مذکور ہو سب کو قلمبند

[۵] اور حکم دیا کہ صدر الصدور سادات کے حالات ... اور اوقاف کے حالات سے عرض کیا کرے۔

کرکے میرے وقائع کے دفتر میں داخل کرتے جائیں۔ اسی طرح سلطنت کے تمام کارخانوں میں سے ہر ایک کے لئے منشی مقرر کیا جائے جو روزانہ آمدنی و خرچ کو لکھتا رہے۔

قاعدہ و انتظام سرداری امراء الوسات و تومانات و قشونات

میں نے حکم دیا کہ ہر الوس (قبیلہ) اور تومان (قبیلہ بزرگ) کا امیر قوجکشی کے وقت ہر خیمہ۔ ہر مکان اور ہر گھر سے ایک ایک سوار حاصل کرے۔ اور ان کو سفر میں اپنے ہمراہ رکھے جس سرزمین میں قیام ہو وہاں کی چراگاہوں اور آبخوردن کی آمدان کے چارہ و گذارہ پر صرف ہو الوسات کے امراء کو ایک ایک ارغوا دیرغ دیا جائے۔ اور وہ اپنے الوسات اور تومانات کے حسب حال سواروں کی تعداد ہمراہ لیکر قوجکشیوں کے وقت حاضر ہوں۔

اور حکم دیا کہ اویماق کے جو چالیس قبائل احاطہ ضبط میں آ چکے ہیں ان میں سے بارہ کو جھنڈ و نشان یعنی تمغہ دیا جائے۔ کیونکہ وہ نوکران خاصہ میں سے ہونگے۔ وہ بارہ یہ ہیں:۔ برلاس۔ ترخان۔ ارغون۔ جلائر۔ توقچی دولائی۔ منغول۔ سلدوز۔ طوغائی۔ قپچاق۔ ارلات۔ و تاتار۔ قبیلہ برلاس میں سے چار اشخاص کو میں نے امیرالامراء بنایا۔ اول امیر خداداد جسے بدخشاں کی مملکت سپرد کی۔ اسی طرح امیر جاکو امیر ایکو تیمور اور امیر سلیمان شاہ

کو ہر جماعت اور ممالک کی حکومت بخشی۔ الوس برلاس میں سے سو دیگر آدمیوں کو
بن باشی بنایا اور امیر جلال الدین برلاس کو امیر دہم اور امیر ... کو امیر
نہم کیا

الوس ترخان میں سے امیر بایزید کو امیر ہفتم اور بیس دیگر اشخاص کو یوزباشی
بنایا۔ الوس ارغون میں سے تاش خواجہ کو امیر ششم اور بیس دیگر افراد کو بن باشی
و یوزباشی و اون باشی کیا۔ قبیلہ جلائر میں سے توک تیمور اور شیر بہرام کو امیر
ہشتم و نہم اور بیس افراد کو یوزباشی و اون باشی بنایا۔ الوس توبچی میں سے
الجا تیمور دی کو رتبہ امیری دیا۔ اسی طرح الوس ودلائی میں سے تابان بہادر
اور سان بہادر کو۔ الوس مغول سے تیمور خواجہ اغلان کو۔ الوس سلاوز سے
ایلچی بہادر کو۔ الوس طوغائی سے علی درویش کو۔ الوس قبچاق سے امیر سار
بوقا کو امیر بنا کر قبیلہ ارلات میں امیر موید کو جو میرا بہنوئی تھا امیر الامرا
بنایا۔ اور سلا ایچی بہادر کو امیر قبیلہ تاتار میں سے کو تک خاں کو امارت دی۔

اٹھائیس دیگر قبائل کو جو تمغا کے رتبہ تک نہ پہنچے تھے ان کو
امیر قبیلہ بنایا کہ فوجکشی کے وقت مسلح و آراستہ ہو کر موافق قاعدہ سواران
حاضر خدمت ہوں۔

قاعدۂ آقا و ملازم

نوکر کو اچھی طرح یہ جانتے رہنا واجب ہی کہ جو کچھ وہ اپنے آقا سی توقع رکھتا ہی۔ ویسی ہی توقع آقا بھی اس سے رکھتا ہی۔ پس آقا کی خدمت میں کوئی سستی نہ کرے۔ اور اگر مالک پہلے مہربانی کرتے رہ کر پھر نامہربان ہو جائے تو اسے اپنی ہی خطا و قصور پر محمول کرے۔ نہ کہ آقا کی کسی غلطی پر۔ نوکر پر یہ بھی واجب ہے کہ آقا کا مخلص ہو اور ہر کام اخلاص کے ساتھ بزودی کرے جو نوکر بے اخلاص اور کینہ ور ہو اس بے اخلاصی اور کینہ وری کی پھٹکار اسی پر پڑتی ہے۔ لیکن مخلص ملازم کی آسودگی و فلاح میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ راسخ الاعتقاد ملازم وہ ہے جو آقا کے اعتراض اور اغراض سے رنجیدہ نہ ہو اور دل میں کینہ نہ رکھے۔ آقا سے اگر کچھ تقصیر ہوئی ہو۔ تو اس کا ذمہ وار اپنے آپ کو ہی سمجھے۔ ایسا نوکر تربیت کے لائق ہوتا ہے۔

جس نوکر کی نظر صرف لقمۂ وخرقہ پر ہو وہ بلاشبہ کام کے وقت سستی کرتا ہے۔ جو نوکر حق خدمت فراموش کرے اور کام کے وقت روگرداں ہو جائے اس کا منہ پھر کبھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح جو نوکر کام کے وقت

بہانہ ڈھونڈے۔ خوش بختی کے وقت چھٹی مانگے اور نظر پشت پر رکھ کر آج کے کام کو کل پر چھوڑتا رہے جیسا کہ بولاد تیمور اغلان نے مجھ سے کیا اور سب کام یہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس قسم کے نوکروں کا نام تک زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہیے۔

اس کے مقابل سلاطین کو لازم ہے کہ جس نوکر کو عزت دیں اسے بلا وجہ بے عزت نہ کریں جسے خود بلند کیا ہو اسے نیچے نہ گرائیں۔ اور جس شخص کو جان پہچان چکے ہوں اسے فراموش نہ کریں۔ اگر احیاناً کبھی بے عزت کریں تو اسکی عزت میں جو رخنہ واقع ہو گیا ہے اپنی طرف سے تلافی کر دیں۔ اور اخلاص و کینہ کے معاملہ کو اس کے ضمیر و اعتقاد پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ اگر کینہ و نفاق سے کام لیگا تو خود ہی یقینی طور پر ان برائیوں کے وبال میں مبتلا ہوگا۔ اسی طرح جو نوکر مالک کی بھلائی کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ وہ روز بروز بہتر ہوتا جاتا ہے۔ ہر نوکر کو جو اختیاراً یا اضطراراً جدا ہوا ہو جب وہ واپس آئے تو اسکی خاطرداری کیجائے کہ اپنی جدائی پر خود ہی پشیمان ہو کر وہ پھر واپس آیا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ جو نوکر کسی دشمن کا تلوار نیام سے نکال کر مالک کی خدمت میں نمک حلال رہا ہو اگر ایسا آدمی کبھی جنگ میں اسیر ہو جائے یا

مالک سے مایوس ہوکر نوکری کی تلاش میں آئے تو اسکی عزت کریں اس کا مرتبہ بڑھاتے رہا کریں۔ اور اس کو اپنا وفادار جانیں چنانچہ منگلی بوغا جیدا لغوجی اور امیر ابوسعید چھ ہزار سواروں کے ساتھ آب بلخ کے کنارہ پر مجھ سے معرکہ آرا ہوئے مگر بعد ازاں تعلق تیمور خاں سے ناامید ہوکر میرے پاس پناہ لینے آئے۔ میں نے ان کا بہت اعزاز و احترام کیا۔ اور حصار شادمان۔ ختلان اور ترکستان کے صوبے ان کی سپرد کر دئے نیز حکم دیا کہ جو نوکر غنیم کے ہاں معتبر ہو اور جنگ و کارزار کے موقعہ پر اپنے آقا کے دشمن کے ساتھ دوستی کی سلسلہ جنبانی کر کے اپنے مالک کے حق نمک اقامی و ملازمت کو فراموش کر دے۔ اور چاہے کہ اپنے مالک کے دشمن کو اپنے مالک پر غالب کرا دے تو ایسے شخص کو ہرگز ملازم نہ رکھیں۔ زمانہ خود بخود ایسے بدنہاد کو واجب کیفر کردار تک پہنچا دیگا۔ جو نوکر کام کے وقت اپنے آقا سے جدا ہوکر نوکری کے لئے آئے اس پر ہرگز اعتماد نہ کیا جائے۔ ہاں اگر دیرینہ خدمت کے بعد اس سے وفاداری ظاہر ہو تو اس کا خیال رکھیں۔ اور اگر امن و صلح کے وقت نوکری کی تلاش میں آئے تو اس کا احترام کیا جائے۔ اور اگر کوئی وزیر نوکر محض اپنے مالک کا کام نکالنے کے لئے نمائشی طور پر دشمن سے ساز باز کر کے دوستی کا سلسلہ قائم کرے اسکو

عاقل ترین دوست وملازم سمجھنا چاہیئے۔ لیکن جو نوکر دشمن سے واقعی ملجائے اور اپنے مالک سے دغا کرے تو ایسے نوکر کو سلام کرکے دشمن ہی کا مال ہو جانے دے۔ اور اگر کوئی نوکر شمشیر زنی کرے اور دشمن کو شکست دے تو اہل غرض لوگوں کی باتیں ہرگز اس کے خلاف نہ سُنی جائیں۔ اسکی کسی کارگذاری سے روگردانی نہ کیجائے بلکہ ایک ایک کارنامہ کو اسپر روشن کریں۔ اور اس کے مرتبہ میں زیادتی کیجائے تاکہ دوسرے نوکروں میں بھی جانفشانی کا جوش پیدا ہو۔ جو فوج یا امیر ہمراہی وموافقت سے روگردانی کرکے دشمن سے جاملے اسپر پھر کبھی اعتبار نہ کیا جائے۔ چنانچہ جب سرداران لشکر علاقہ کش مجھ سے منحرف ہو کر امیر حاجی برلاس سے جاملے ہیں پھر کبھی ان پر اعتبار نہ کیا جس نوکر کو کسی ملک کا حاکم بنایا گیا ہو اور وہ بے وفا ہو کر دشمن سے ملجائے اور ملک اس کے حوالے کردے ایسے شخص کو جان سے مروا دینا چاہیئے۔ اور جو ایمانداری سے ملک داری کرے اسے اعلیٰ مراتب دیئے جائیں۔

جو امیر تنگی کے وقت میدان جنگ میں اخلاص کے پاؤں مضبوط جمائے رہے اور رفاقت کا حق بجالائے اسے بھائی کے برابر سمجھا جائے۔ چنانچہ جب علاقہ کش کے لشکر کے امرا مجھ سے بگڑ کر چلے گئے اور امیر جاکو برلاس کے سوائے

کر کے میری خوشامد کیلئے اسے قتل کر دیا۔

جو لوگ مجھے نذر دینے کی کوشش میں رہتے اور مجھ سے حسد کیا کرتے
تھے۔ اون اتفاق مروت دکھائی کہ وہ شرمندہ احسان ہو کر عرق خجالت میں
غرق ہو گئے۔

جب دوست مجھ تک کوئی غرض لاتے تو چونکہ وہ ہمیشہ میری حسب
مرضی کار فرما ہوتے رہے اون کو شریک سلطنت سمجھتا اونہیں مال و
اسباب بخشنے میں کبھی مضائقہ اور دل تنگی نہ کرتا۔

مجھے اندرونی تجربہ معلوم ہو چکا ہے کہ سچا دوست وہ ہے کہ دوست
کبھی رنجیدہ نہ ہو دوست کے دشمن کا خود بھی دشمن رہے۔ اور موقعہ آنے پر
جان دینے میں بھی دریغ نہ کرے۔ چنانچہ میرے بعض امرا نے تاحد جان
میری رفاقت کی۔ اور میں نے بھی کبھی کسی چیز میں اون سے مضائقہ نہ کیا۔

تجربہ کیا مجھے معلوم ہے کہ عقلمند دشمن جاہل دوست سے بہتر ہوتا ہے چنانچہ
امیر حسین ہندوہ امیر شیخ امیر جاہل دوست تھے۔ اس کی دوستی میں جو
کچھ مجھ سے کیا کوئی دشمن دشمنی کی حالت میں بھی نہیں کرتا۔

امیر خداداد جو کچھ کیا کرتا تھا وہ دشمن کو لعل و جواہر کی طرح باحتیاط

محفوظ رہتے رہ کر جب کبھی کسی سنگلاخ میں پہونچو تو پھر اسے اس طرح پتھر پر مارو کہ اس کا نام ونشان باقی نہ رہ جائے۔ نیز یہی امیر کہا کرتا تھا کہ جب دشمن پناہ آپڑے اور دوزانو ہو جائے تو اسپر رحم کرکے مروت کیجائے چنانچہ تو قتمش خاں سے جب وہ میرے پاس پناہ لینے آیا۔ میں نے ایسی ہی مروت کی۔ اگر دشمن احسان کے باوصف پھر دوبارہ برسر دشمنی ہو جائے تو اسی پروردگار کو سونپا جائے۔ دوست وہ ہے جو دوست سے خفا نہ ہو۔ اور اگر کبھی ہو جائے تو معذرت کو قبول کر لینے والا ہو۔

قاعدہ اجلاس ومشورت

میں نے حکم دیا کہ میرے فرزند۔ پوتے اور خویش اپنے اپنے درجہ کے مطابق تخت سلطنت کے گرداگرد ہالہ کیطرح صف بنا کر بیٹھا کریں اور سادات وقضات وعلما وفضلا ومشائخ واکابر واشراف دائیں ہاتھ کی طرف اور امیرالامرا۔ بیگلر بیگیان۔ امرا۔ نوئین۔ سردار۔ امیران۔ الوس وتومانات وقشونات۔ ین باشی۔ یوزباشی۔ اور اون باشی درجہ بدرجہ بائیں ہاتھ بیٹھیں۔

دیوان بیگی اور وزراء کیلئے تخت کے سامنے جگہ مقرر کی۔ کلانتران و کدخدایان
ممالک وزراء کے پیچھے صف بنا کر بیٹھتے۔ جن کو بہادری کا خطاب ملچکا ہو اور جوانان
شمشیر زن کیلئے حکم دیا کہ وہ تخت کے پیچھے دائیں طرف پرے جمیں۔ اور قراول بیگیان
تخت کے پیچھے بائیں طرف بیٹھا کریں۔ ہراولی لشکر کا امیر مونہہ کے سامنے کھڑا
ہو۔ اور یساول کا محرم دربار کے دروازہ پر تخت کے پایہ کے سامنے کھڑا ہوا کرے۔ اور
دادخواہ دائیں بائیں ایستادہ ہوں۔ اور جملہ سپاہ و خدام اور نوکر چاکر اپنے اپنے
درجوں کے مطابق صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اور اپنی جگہ سے تجاوز نہ کریں اور
حکم دیا کہ چار میر تزوک مجلس شاہی کے چپ و راست اور پیش و پس کا انتظام کیا
کریں۔ اور کہ جب مجلس آراستہ ہو جائے تو ہزار طبق نان و چاء مجلس عام میں دسترخوان
پر رکھی جائیں۔ اور ایک ہزار طبق محفل خاص میں حاضر کئے جائیں۔ جن میں سے
پانسو طبق امراء و سرداران الوس کو نام بنام بھیجے جائیں۔

قاعدہ و قانون ملک گیری

جس ملک میں ظلم و ستم اور فسق و فجور بہت ہو۔ بادشاہوں کو لازم ہے
کہ عدل گستری کی نیت سے اس ظلم و فسوق کو رفع دفع کرنے کا عزم کرکے

ملک مذکور پر فوجکشی کریں۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ محض اسی نیت کی طفیل اس ملک کو ظالم سے چھوڑا کر عادل کے حوالہ کردیتا ہے چنانچہ میرو ولایت ماوراءالنہر کو اوزبک ظالموں کے ہاتھ سے عدل گستری کی نیت سے ہی جدا کیا۔

اسی طرح سے جس ملک میں شریعت کمزور ہوگئی ہو اور خدا کے مقبول اور خاص بندوں کا ادب احترام نہ ہوتا ہو۔ اور انہیں آزردہ رکھا جاتا ہو سلطان فاتح پر واجب ہے کہ دین شریعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو رواج دینے کی نیت کرکے اس ملک پر حملہ کرے۔ تاکہ رسول خدا اس کی تائید فرمائیں چنانچہ میں نے اسی نیت سے ہندوستان کے پایہ تخت کو فیروز شاہ کے پوتے سلطان محمود و ملو خاں اور سارنگ کے قبضہ سے جدا کیا۔ اور دین و شریعت کو رائج کرکے اس دیار کے بتخانوں کو خراب کیا۔

جس ملک کے باشندے اوپر متوطن اپنے حاکم اور والی سے تغلبت میں ہوں اور اہل دیار اپنے والی سے بیزار ہو چکے ہوں بادشاہ جہانگیر کو واجب ہے کہ ایسے ملک کو اپنے قبضہ میں کرے۔ کیونکہ محض اس طرف توجہ کرنے کے ساتھ ہی اس ملک کو نیک سیرت بادشاہ فتح کریگا چنانچہ میں نے ممالک خراسان کو کرد سلاطین سے چھوڑا لیا۔ اس میری توجہ کرنے کی وجہ تھی کہ سلطان غیاث الدین

والیٔ خراسان نے پایۂ تخت سے آکر تمام ملک مع خزائن ودفائن میرے حوالہ کر دیا۔

جس ملک میں الحاد اور زندقہ بہت پھیل جاوے اور اس ملک کے باشندے سپاہی ہوں یا رعیت مختلف گروہ ہوں اور فرقوں میں منقسم ہو جائیں سمجھ لو کہ اوس ملک کا زوال نزدیک پہنچ گیا ہے پس بادشاہ جہاں ستاں کو لازم ہے کہ ایسے ملک پر حملہ کردے چنانچہ میں نے ممالک عراق عجم وفارس کو ملاحدہ ملاعین کے وجود سے پاک کیا۔ اور طوائف الملوک کو کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے علاقہ میں حکومت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا۔ پامال کر کے بندگانِ خدا کو ان کے ظلم سے نجات دلائی۔

جس ملک کے رہنے والوں کے عقائد حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ کے خاندان کے عقائد سے منحرف ہو گئے ہوں۔ سلاطین پر ایسے ملک کو مسخر کر کے وہاں کے باشندوں کو اس بد اعتقادی کا مٹا دینا واجب ہے چنانچہ میں نے مملکت شام میں ملک الیاس آئینہ کو جو بد اعتقاد ہو چکا تھا۔ کیفر کردار کو پہونچایا جب سے ملک گیری شروع کی۔ تو چار یاقوں کو اپنا دستور العمل بنایا۔ اوّل امور ملک گیری میں تدبیر مشورت اور کنکاش پر اپنے دل سے متوجہ کرنا ہے کام لینا۔ دوم بہت غور و فکر اور حزم و احتیاط کرنا۔ تاکہ کسی کام میں غلطی ہو جانے کا امکان باقی

نہ رہے۔ اور خدا کے فضل سے میری ہر تدبیر صحیح اور درست پڑتی۔ ہر ملک کے باشندوں کے مزاج اور طبائع کو ملحوظ رکھ کر ان کی طبیعت کے موافق اون سے سلوک کر کے اون پر مناسب حاکم معین کرتا۔ سوم تین سو تیرہ بہادر اصیل فرزانہ افراد مردانہ کو اپنے ساتھ متفق کیا جو اتفاق میں اس درجہ تک پہونچے ہوئے تھے کہ گویا کہ سب تن واحد ہیں۔ ان کی رائے اور قول وفعل بھی بالکل یکساں تھا اور جب وہ کہہ دیتے کہ ہم یہ کام کریں گے تو جب تک اس کام کو اتمام تک نہ پہونچا لیتے اس سے ہاتھ نہ اٹھاتے۔ چہارم آج کے کام کو کل پر نہ ڈالتا نرمی کے وقت نرمی سے اور درشتی کیوقت درشتی سے کام لیتا۔ تحمل وتامل کے وقت جلدی نہ کرتا۔ اور جلدی کے کام میں درنگ نہ ہونے دیتا۔ اور جو کام تدبیر سے سرانجام پاسکتا اسکی عقدہ کشائی تلوار سے نہ کرتا۔

دن کے وقت ارباب تجربہ اور ہوشمندوں کے ساتھ ملک گیری کی تجویزیں اور نقشے سوچتا۔ اور راتوں کو جب پلنگ پر لیٹتا تو امور مملکت کے سرانجام میں غور وفکر کرتا۔ اور اسکے انجام کی صورت اپنے دلمیں قرار دیتا۔

ملک گیری کے طریق میں خود سوچا کرتا۔ اور دلمیں فیصلہ کرتا کہ فلاں راہ سے حملہ کروں اور فلاں طرف سے واپس آوں گا۔ اسی طرح کی غلطی سے بچنے کے لئے

سپاہ کے معاملات میں فکر کرتا۔ کہ کون شخص تربیت کے لائق ہے۔ اور کس شخص کو کام سپرد کروں ہر کام میں پیش بینی سے کام لیتا۔ اور اعیان سپاہ میں سے جو کوئی مجھ سے دوستی کرتا اس سے با احسان پیش آتا۔ اور جو دشمنی کرتا اس سے مدارا برتتا جن لوگوں سے میں نے نیکی کی ہوتی۔ مگر وہ مجھ سے بدی کرتے ان کو حرام زادہ سمجھتا۔ کیونکہ رسول رب العالمین کا قول ہے کہ ولد الزنا اپنے محسن سے بدی کئے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔

مجھے پیر صاحب نے لکھا تھا کہ تجھ پر واجب ہے کہ خدا اور خدا کے رسول کے حکم پر عمل کرے اور آل و ذریات آں حضرت کی مدد کرتا رہے۔ جو بادشاہ خدا کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ مگر خدا اور اس کے رسول سے باغی ہو گئے ہیں۔ ان کو خدا کے ملک سے خارج کر کے ملک خدا میں عدل و انصاف سے کام لے۔ کیونکہ کہہ گئے ہیں کہ ملک کفر سے تو باقی رہتا ہے مگر ظلم سے باقی نہیں رہتا۔ تجھ پر واجب ہے کہ خدا کے ملک سے افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ کا قلع قمع کرے۔ کیونکہ بُرے فعل دنیا میں وہی اثر رکھتے ہیں جو بُری غذا بدن پر کرتی ہے۔ اور ظلم کے نشانات کو مٹا۔

دنیا میں ظالم کے زیادہ دیر باقی رہنے کو ظالم کی نیکی پر محمول نہ کر۔ ظالموں

اور فاسقوں کے بقا کی طوالت کا یہ سبب ہے کہ جو ظلم و فسوق اُنکی سرشت میں ڈالا گیا ہے اسے وہ قوت سے فعل میں لائیں۔ اس وقت وہ غضب گونہ الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں بعض وقت قدرت الٰہی ظالموں۔ فاسقوں اور فاجروں کو ناگہاں قید و زنداں۔ تاراج و قحط و گرسنگی اور وبائے عام اور مرگ مفاجات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ بعض کے افعال و اعمال کی شامت سے بے گناہ۔ نیکوکار اور صلحا و اتقیا بھی بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ جب جنگل میں آگ لگ جاتی تو خشک و تر دونوں کو جلا دیتی ہے۔

کافروں۔ فاجروں۔ ظالموں۔ اور فاسقوں کی ترقیات اور استدراجات پر تعجب نہ کیجیو۔ نہ انہیں دیکھ کر غلط راستہ پر پڑ جانا۔ نہ دل میں یہ کہنے لگنا کہ ظالم و فاسق و فاجر جس قدر زیادہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہیں۔ اسی قدر ان کی حشمت و دولت بڑھتی جاتی ہے۔ بلکہ ان کی بسیار نعمت کے سبب پر غور کر۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شاید ایک وقت ایسا آئے کہ یہ لوگ منعم حقیقی کی عنایت پر نظر کر کے ظلم و فسق سے باز آجائیں۔ اور شکر نعمت بجا لائیں۔ لیکن اگر شکر الٰہی بجا لانے سے بالکل غافل ہو جائیں اور [illegible] کی

بخشش کو بھولے ہی رہیں تو آخرش غضب و سخط الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں" جب مجھے اپنے پیر کا یہ خط ملا۔ خدا کے ملک کو ظالموں۔ کافروں، ملحدوں منافقوں۔ فاسقوں۔ فاجروں کے چنگال سے نکال لینے اور ان کو رفع دفع کر دینے پر میں نے کمر ہمت باندھ لی۔

تزک و قانون ملک داری

جس ملک کو میں فتح کرتا اس کے عزت داروں کو معزز سمجھتا۔ سادات و علما و فضلا و مشائخ کی تعظیم و تکریم کرتا۔ اور ان کے لئے وظیفہ معافی اور جاگیریں مقرر کرتا۔ اس ملک کے کلاں تردن (معززین) کو بمنزلہ بھائی کے اور خوردوں اور اطفال کو بجائے فرزند جانتا۔

اور اس ملک کی فوج کو اپنی بارگاہ میں باندھ لیتا اور رعایا کو اپنی جانب مائل کر کے سب کو امید و بیم کے بین بین رکھتا۔ ہر ملک کے نیکوں کے ساتھ نیکی کرتا اور بدوں۔ شریروں اور بدنفسوں کو ملک سے خارج کر دیتا رذیل اور کمینہ لوگوں کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دیتا۔ ان کو ان کی حد کے اندر ہی محدود رکھ کر اپنے پایہ سے قدم آگے نہ بڑھانے دیتا۔ اور اکابر و اشراف کو مراتب عالیہ سے امتیاز بخشتا۔ ہر ملک میں عدالت کے دروازے

کشادہ کر دتیا۔ اور ظلم وستم کی راہ کو بند۔

ہر فتح کردہ ملک کے حاکم کو پھر وہاں کی حکومت بخش کر اور سے اپنے احسان کا مقید بنا لینے سے مطیع و منقاد کرتا۔ مگر جو حاکم میرے پاس رجوع نہ لاتا اس کو اسکی کردار کا بدلہ دے کر اس کی جگہ عادل و عاقل و عالم حاکم کو مقرر کر دیتا۔ میں نے حکم دیا کہ ہر ملک میں چوروں اور ڈاکوؤں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ مفسدوں، شریروں اور بدنفسوں کو ملک سے خارج کیا جائے اور فسادی لوگوں کو شہر و ملک میں نہ رہنے دیں۔

ہر شہر و قصبہ میں کوتوالی قائم کی جائے۔ جو سپاہ و رعیت کی نگہبانی کرے۔ اور اگر کسی شخص کی چوری ہو جائے۔ تو اس کا بدل کوتوال سے دلایا جائے۔

اسی طرح حکم دیا کہ تمام سڑکوں پر پہرہ دار مقرر کئے جائیں جو راستوں کی حفاظت کریں۔ اور تاجروں و مسافروں کے مال و اسباب کو منزل بمنزل بخیریت پہنچائیں۔ اگر اسمیں کچھ قصور و فروگذاشت ظہور میں آئے تو انسے اس کا جواب طلب کیا جائے۔

اور حکم دیا کہ حکام ارباب غرض و بدگوئے و بدنفس لوگوں کی باتوں

اور بہتان سازی میں آکر بلاد و امصار کے باشندوں میں سے کسی فرد پر جرمانہ نہ کریں۔ بلکہ احداث اربعہ میں ان پر گناہ ثابت ہو جانے کے بعد گناہ کے حسب حال مجرم سے جرمانہ لیں۔

نیز حکم دیا کہ کسی شہر و قصبہ سے سر شماری و خانہ شماری وصول نہ کی جائے نہ سپاہ کا کوئی آدمی رعایا میں سے کسی کے گھر اترے۔ نہ رعایا کے مویشی و سامان لیا جائے۔ اور ہر ملک کی رعایا کے معاملات کے انصرام میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور ہر مملکت کے گداگروں کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا جائے تاکہ گدائی کی رسم اٹھ جائے۔

احوال ملک و مملکت و رعیت و سپاہ سے آگاہ و خبردار رہنے کا قاعدہ

میں نے نیز حکم دیا کہ ہر سرحد ولایت شہر اور لشکر میں ایک ایک خبر نویس مقرر کیا جائے۔ جو حکام رعیت، سپاہ اپنے لشکر اور بیگانہ لشکر کے اعمال و افعال اور مال و منال کی آمد و برآمد اور بیگانہ آدمیوں کے آنے و جانے اور ہر مملکت کے قافلوں، ہمسایہ ممالک اور اس کے سلاطین کی خبریں اور ان کے اعمال و افعال اور ان علما و فضلا کی خبریں جو بلاد

بیدہ سے میری بارگاہ کی طرف چلے آرہے ہوں مفصل اور صحیح لکھ کر میری بارگاہ میں بھیجتے رہیں۔

اگر کوئی اخبار نویس اسکے خلاف کرے اور امر واقعی نہ لکھے تو اسکی انگلیاں کاٹ دی جائیں۔ اور اگر کوئی اخبار نویس کسی سپاہی کے کام کو پوشیدہ رکھے۔ اور دوسرے پیرایہ میں لکھے تو اس کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے اور اگر کسی پر بہتان باندھے اور تہمت لگانے کے لئے جان بوجھ کر جھوٹ بات لکھی تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اور حکم دیا کہ یہ خبریں روز کی روز ہفتہ بہ ہفتہ ماہ بماہ میرے حضور میں پیش ہوا کریں۔

نیز حکم دیا کہ ایک ہزار آدمی شتر سوار و اسپ سوار جیقونچی (ڈاکیے) اور ایک ہزار نفر پیادہ بطور ہرکارہ مامور کیے جائیں۔ جو ممالک و سرحد کی خبریں اور ہمسایہ سلاطین کے ارادہ و مقاصد کو تحقیق کر کے اس کی اطلاع بارگاہ میں پہونچ کر عرض کر دیا کریں۔ تاکہ کسی واقعہ کے وقوع سے پہلے میں اسکا علاج کر سکوں۔ چنانچہ جب ارس خاں کے ہاتھوں سے تمش خاں کے شکست یاب ہونے کی خبر مجھ تک پہنچی۔ تو میں جان گیا کہ وہ میرے پاس پناہ آکر لیگا چنانچہ میں نے بروقت ارس خاں۔ سے جنگ کرنے اور توقتمش خان کو مدد

دینے کا انتظام کرلیا۔ اسی طرح جب میں ممالک ہندوستان کے تسخیر کا عازم ہوا تو مجھے خبر نویسوں نے اطلاع پہنچائی کہ ہندوستان کے ہر حصہ و گوشہ میں جدا جدا حاکم اور والئی تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا ہے چنانچہ سرزمین ملتان میں ملو خاں کے بھائی سارنگ نے حکومت کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے۔ دہلی میں سلطان محمود خاں صاحب سلطنت بنا ہوا ہے۔ لاہور کے قرب و جوار میں ملو خاں نے لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اور نواحی قنوج میں مبارک خاں سلطنت کا دعوے دار بن رہا ہے۔ اسی طرح صوبجات ہندوستان کے ہر صوبہ میں کوئی نہ کوئی شخص سلطنت کا مدعی بنا ہوا ہے۔

جب میں مملکت ہند کو مسخر کر چکا تو مجھے اطلاع ملی کہ قیصر روم نے میری سلطنت کے بعض علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ اور گرجیوں نے اپنی حد سے تجاوز کر کے ایسے قلعوں کے لوگوں کی مدد کی ہے جن کا محاصرہ میرے لشکر والوں نے کر رکھا تھا میں نے اپنے دل سے مشورہ کیا کہ اگر ہندوستان میں توقف کرتا ہوں تو ایران کے ملک میں خلل پڑتا ہے لہذا ہندوستان کے پایۂ تخت کا انتظام کر کے بخارا کا راہی ہوا روانہ ہو گیا۔ اور چند دن ماوراء النہر میں قیام کر کے وہاں سے روم و گرجستان کی طرف توجہ کی۔ اور ان تمام ممالک کو فتح کر لیا۔

قاعدہ و قانون باشندگان ممالک سے سلوک کرنے اور اولیائے و بزرگان دین کے مزارات اور اوقاف و نذرات کے انتظام کا۔

میں نے حکم دیا کہ فتح شدہ ملک کی سپاہ میں سے جو پناہ آلیں ان کو نوکر رکھ لیا جائے۔ اور جگہ دی جائے۔ اور اس خطہ کے باشندوں اور رعایا کو حوادث و قتل و غارت اور اسیری سے محفوظ بنایا جائے۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ مار سے بچایا جائے۔ اور جو مال غنیمت اس ملک سے حاصل ہوا ہو اوسے ضبط تحریر میں لایا جائے۔ وہاں کے سادات علما مشائخ فضلا۔ اکابر و اشراف کا اعزاز کیا جائے۔ اور کدخداؤں۔ کلانتروں دہقانوں اور مزارعین کی جائے۔ اور رعایا کو امید و بیم کے درمیان رکھ کر انکی گذارہ و استطاعت کے حسب حال جرمانہ کی مقدار وصول کیا جائے۔

اور حکم دیا کہ جو نیا ملک مسخر ہو کر شامل ممالک محروسہ ہو وہاں کے سادات علما مشائخ فضلا درویشوں اور گوشہ نشینوں کے واسطے جاگیرات و وظیفہ جات حسب مقرر کیے۔ فقیروں۔ عاجزوں اور مساکین کے لئے مدد معاش اور مستحق سادات مشائخ کے لئے وظیفہ معین کیا جائے۔

اور اولیا اور مجاورین مزارات اور درویشوں کے لئے دیہات

دور کرکے صفوں۔ چار پانی اور روشنی کے لئے رقم مقرر کریں۔ اول روضہ مقدس۔ امیر المومنین شاہ مردان علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے لئے نجف اور حلہ کے محال کو وقف کردیں۔

روضۂ منورہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور روضہ قدوۃ اولیا شیخ عبد القادر ومقبرہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ واکابر و بزرگان دین کے مزارات کیلئے جو بغداد میں مدفون وآسودہ ہیں ہر ایک کی قدر وحیثیت کے مطابق علاقجات کربلا وبغداد کے دیہات ومواضع وقف کئے جائیں۔

روضۂ منورہ امام موسٰے کاظم و امام محمد تقی و سلمان فارسی کے لئے علاقہ مداین کے خطہ جزایر کے مزروعہ محال وقف کئے جائیں۔ اور روضۂ متبرکہ امام علی ابن موسیٰ کیواسطے علاقہ کنہ لبت اور شہر طوس کے محال کو وقف کرکے فرش روشنی اور لنگر کے لئے یومیہ رقم بھی مقرر کیجائے۔ اسی طرح ایران و توران کے مشائخ کے مقبروں اور مزارات کے لئے نام بنام مددات اور اوقاف کی تعیین کی۔ اور حکم دیا کہ ہر تسخیر شدہ ملک کے گداگروں کو جمع کرکے ان کے لئے روزینہ اور وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اور ان کو نشان دیدیا جائے تاکہ پھر گدائی کا نام نہ لیں۔ لیکن اگر نشان وتمغا کے بعد بھی گداگری

کریں تو ان کو پکڑ کر ممالک بعیدہ میں بھیج دیا جائے یا قتل کر دیا جائے تاکہ دیگر
سلطنت کے لئے لدا کم ہو جائیں۔

رعیت سے مال و خراج وصول کرنے اور ملک کی رونق و آبادی و حفاظت کا قانون

میں نے حکم دیا کہ رعیت سے خراج و مالگذاری ایسے طریق سے وصول ہوں جو رعیت کی خرابی اور مملکت کی ویرانی کا باعث نہ ہو۔ کیونکہ رعایا کی خرابی و بدحالی خزانہ کی کمی کا موجب ہوتی اور خزانہ کی کمی سپاہ کے تفرقہ کا باعث ہو۔ سپاہ کا تفرقہ سلطنت کے اقتدار اور مرتبہ میں خلل انداز ہوتا ہے۔

نیز حکم دیا کہ جو مملکت مسخر ہو کر جو لوٹ سے امن و امان میں ہو جائے اس ملک کی پیداوار اور آمدنی کا معائنہ کیا جائے۔ اگر رعیت پرانی جمعبندی پر راضی ہو تو ان کی خوشنودی کے مطابق عمل کیا جائے۔ ورنہ میرے مروجہ قانون کے مطابق جمع باندھی جائے۔ اور حکم دیا کہ خراج زراعت کی پیداوار کے موافق لیا جائے۔ اور جمع زمین کی پیداوار پر باندھی جائے۔

چنانچہ اس کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ اولاً رعیت کی ایسی مزروعہ اراضی
کو جس میں کاریز و چشمہ و نہر یا ندی کے پانی سے زراعت ہوتی ہو اور
یہ پانی مدامی و دوامی ہو درج رجسٹر کیا جائے۔ اور اس زمین کی پیداوار
میں سے دو حصے رعایا کے لئے چھوڑ کر تیسرا حصہ سرکار عالیہ کے
لئے تحصیل کریں۔

اگر رعایا اس اراضی کی پیداوار کے سرکاری حصہ کی بابت نقدی دینے
پر راضی ہو تو سرکاری حصہ کے غلہ کی قیمت موجود الوقت نرخ کے مطابق
لگا کر یہ رقم رعیت پر مقرر کردی جائے۔ اور نرخ کے مطابق نقدی ہی
سپاہی کو پہنچائی جائے۔ اور اگر رعیت پیداوار کی بٹائی کرکے پیداوار
کا حصہ دینے پر راضی نہ ہو تو درج رجسٹر اراضی کو تین اقسام درجہ اول
و دوم و سوم میں منقسم کرکے قسم اول کے لئے فی جریب تین خروار قسم
دوم کے لئے فی جریب دو خروار اور قسم سوم کے لئے فی جریب ایک خروار
پیداوار تصور کریں۔ اور اس پیداوار میں سے نصف کو گندم اور نصف کو جو
تصور کرکے جو حاصل جمع ہو اس کا نصف حصہ لیا جائے۔

اگر رعیت اس کے باوجود جنس دینے پر رضامند نہ ہو تو ایک خروار گندم

کی قیمت پانچ مثقال نقری اور خوراجو کی قیمت اڑھائی مثقال معین کرکے اوپر قلعہ کا پیشکش اضافہ کرنے سے جو رقم بنے وہ رعیت سے وصول کریں۔ اور اس کے سوا کوئی اور مطالبہ کسی نام یا کسی رسم کی آڑ میں رعیت سے نہ لیا جائے۔

باقی زراعت کے لئے جو بارانی پانی سے مزروع ہو خریف کی ہو یا ربیع کی زمستانی ہو یا تابستانی یہ حکم دیا کہ اسے بھی پیمائش کرکے ضبط تحریر میں لایا جائے۔ اور تہائی و چوتھائی حصہ کے مطابق عمل کیا جائے۔

سر شماری۔ محصول حرفت۔ شہری محاصل۔ سایر جہات چراگاہوں رکھوکھہ اور پانی کے گھاٹوں کے متعلق پرانے دستور العمل کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اگر رعیت پرانے طریقہ کو پسند کرے تو ہوئی ہوئی کے طریقہ پر عمل کیا جائے۔

اور حکم دیا کہ محاصل کی وصولی کا وقت آنے سے پہلے مالگذاری جہات کو جو رعایا پر واجب ہو معین کر دیا جائے۔ اور پھر ایام وصولی آجانے پر اس مقررہ رقم کو تین اقساط میں وصول کیا جائے۔

اگر رعایا تحصیلدار کے مقرر ہوئے بغیر مالگذاری ادا کر دیا کرے تو تحصیلدار

مقرر نہ کیا جائے۔ اگر وصولی کے لئے تحصیلدار کی ضرورت ہو تو وہ صرف حکم اور زبانی تہدید سے مال وصول کرے۔ تازیانہ و عقوبت و بیحرمتی تک نوبت نہ پہنچائے۔ نہ کسی کو ہتھکڑی و بیڑی ڈال کر قید کرے۔ او نیز حکم دیا کہ جو شخص کسی جنگل کو آباد کرے یا کنواں و کاریز لگائے یا باغ کو سبز کرے یا کسی ویران موضع کو نو آباد کرے۔ اوس سے پہلے سال کچھ نہ لیا جائے۔ دوسرے سال جو کچھ اپنی خوشی سے دے لیا جائے۔ اور تیسرے سال مطابق قانون مالگذاری وصول کیا جائے۔ نیز حکم دیا کہ ارباب کلانتر لوگ ریزہ رعیت (اسامیوں) پر تعدی کریں اور ریزہ رعیت کی خرابی کا موجب ہیں تو اون سے جس قدر نقصان ریزہ رعیّت کو پہنچا ہو وہ کلانتروں اور ارباب سے وصول کرکے اسامیوں کو دیدیا جائے۔ تاکہ وہ لوگ پھر اپنی حالت پر بحال ہو جائیں۔

ویران مواضع کے اگر مالک نہ رہے ہوں۔ تو ان کو خالصہ میں داخل کرکے آباد کرایا جائے۔ اگر مالک تو ہوں مگر وہ پریشان حال ہوں تو ان کو اپنے دیہات کی آبادی کے قابل بنانے کے لئے اسباب و مصالح سے مدد دی جائے۔

اور حکم دیا کہ خراب زمین میں کاریز جاری کئے جائیں۔ خراب شدہ پلوں کی تعمیر کیجائے۔ اور نہروں اور ندی نالوں پر پل بنائے جائیں۔ اور شاہراہوں پر ہر منزل میں رباط و سرائے تعمیر کیجائے۔ اور سڑکوں کی حفاظت کے لئے راہدار و محافظ مقرر رہیں۔ اور ہر رباط میں ایک جماعت کو مقیم رکھا جائے جس کے ذمہ نگاہبانی و راہداری ہو۔ اور جو مال لوگوں کی غفلت سے راستوں میں چوری جائے۔ اسکی تفتیش و تلاش کرے۔

اسی طرح حکم دیا کہ ہر شہر و قصبہ میں ایک ایک مسجد۔ مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کیجائے۔ اور فقرا و مساکین کے لئے لنگر خانہ اور مریضوں کے لئے دارالشفا بنایا جائے۔ اور تنخواہ دار طبیب دارالشفا میں مامور کیا جائے اور ہر شہر میں حاکم کی رہائش گاہ اور دارالعدالت تعمیر کئے جائیں۔ اور زراعت و رعیت کی نگہبانی کیلئے تورچی (پولیس) مقرر کیجائے۔

اور حکم دیا کہ ہر ملک میں تین وزیر مقرر ہوں۔ ایک وزیر رعیت کے متعلق ہو کہ جو کچھ رعایا سے وصول ہوا کرے اس کے حساب کو باضابطہ مرتب کر کے تیار رکھے کہ رعیت سے کس قدر رقم کس کس داسم و رسم سے) اندر تند میں وصول ہوئی ہے۔

دوسرا وزیر سپاہ کے متعلق ہو۔ وہ یہ حساب رکھے کہ سپاہیوں کو کس قدر روپیہ پہنچ چکا ہے اور کس قدر ان کا واجب ہے۔

تیسرا وزیر غیر حاضروں اور آئندہ و رونده کے اموال کی نگہداشت اور بادی وہوائی حاصلات اور آمدنی کے حساب وکتاب کے لئے ہو فاتر العقلوں نابالغوں اور بیماروں کے مال و اموال کی نگہداشت اور وصولی بھی یہی وزیر قاضی اور شیخ الاسلام کے استصواب و مشورہ سے کریگا۔

اور حکم دیا کہ متوفیوں کے اموال وارثوں کو پہنچائے جائیں اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو ابواب الخیر و نیکی کے کاموں میں صرف کریں۔ یا مکہ معظمہ بھیجدیں۔

جنگ و جدل

معرکہ اور صف آرائی اور حملہ و فوج شکنی کا قاعدہ و قانون میں نے حکم دیا کہ اگر دشمن کی تعداد بارہ ہزار سوار سے کم ہو تو اس جنگ میں امیر الامرا سردار ہو۔ اور ایماق و تومانات سے بارہ ہزار سوار اس کے ہمراہ کئے جائیں۔ اور مین باشیوں۔ یوزباشیوں اور اون باشیوں میں سے بھی متناسب تعداد اس کے ساتھ کردی جائے۔ اور وہ غنیم کی طرف

ایک منزل مسافت طے کرکے غنیم کے روبرو ہو جائے۔ اور مجھے خبر بھیجدے

اور حکم دیا کہ یہ بارہ ہزار سوار نو فوجوں میں بدیں ترتیب منقسم ہوں۔ قول ایک فوج۔ برانغار (میمنہ) تین فوج۔ جرانغار (میسرہ) تین فوج۔ ہراول ایک فوج۔ قراول ایک فوج۔ اور کہ برانغار کی فوج ہراول اور چپاول دشقاول پر مشتمل ہو۔ اور اسی طرح جرانغار کی فوج ہراول چپاول الخ شقاول کی تین فوجوں پر مشتمل ہو۔

اور ہدایت فرمائی کہ امیرالامرا جنگ گاہ کی زمین کے متعلق چار چیزوں کا ملاحظہ کرے۔ اول اس سرزمین کا پانی۔ دوم ایسی زمین جو سپاہ کو حفاظت کا کام دیسکے۔ سوم یہ کہ غنیم سے فیمابین زد پڑتی ہو۔ اور آفتاب سامنے نہ ہو۔ تاکہ اوسکی شعاع سے سپاہ کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں

چہارم یہ کہ جنگ گاہ کی پیشانی کشادہ و فراخ ہو۔

اور حکم دیا کہ جنگ سے ایک روز پہلے صف آرائی کی جائے اور فوج کی ترتیب درست کرکے قائم کرکے قدم آگے بڑھایا جائے۔ اور جس سمت کا رُخ کیا ہو اس سمت سے اپنے گھوڑوں کے سر نہ پھیریں۔ نہ دائیں نہ بائیں طرف جھکیں۔ اور حکم دیا کہ جب سپاہ کی نظر غنیم کی فوجوں پر پڑے

باآواز بلند تکبیر کہہ کر اوسے سورن (بلاوا) دیں۔ اگر لشکر کا عارض دیکھے کہ سردار خطا کرتا ہے تو عارض اسکی بجائے دوسرے کو سردار بنا دے۔ اور فتح کی یرلیغ کو جو میں نے اُسے اس اختیار کی نشانی کے طور پر عطا کی ہو امرائے لشکر اور سپاہ پر ظاہر کردے۔ اور حکم دیا کہ لشکر کا سردار عارض کے اتفاق سے غنیم کے لشکر کی کمی و بیشی کا ملاحظہ کرے۔ اور یہ دونوں اپنے لشکر کے سرداروں اور غنیم کی فوج کے سرداروں کی لیاقت وغیرہ کا مقابلہ و موازنہ کریں۔ اور کمی و بسیاری کی تلافی و تدارک کریں۔ اسی طرح اپنی سپاہ اور دشمن کی سپاہ کے اسلحہ پر غور کریں اور غنیم کی رفتار کو دیکھیں کہ آیا پیوستہ صفوں میں باہستگی و ثبات جنگ میں درآتے ہیں۔ یا با اضطراب و گھبراہٹ کے ساتھ غنیم جس طریق سے جنگ کرے اُسے بھی بغور دیکھا جائے کہ آیا وہ یکبارگی حملہ کرتا ہے یا یکے بعد دیگرے فوجیں بھیجتے رہنے سے حملہ کرتا ہے۔ اور یہ بھی دیکھیں کہ آیا غنیم حملہ کے وقت اپنے آپکو قریب لاکے پلٹ جاتا اور پھر اسی طرح بار بار تاخت لاتا ہے۔ یا صرف پہلے حملہ پر ہی اکتفا کرتا ہے۔ اگر آخری صورت ہو تو فوج پر لازم ہے کہ دشمن کے حملہ کی تاخت کو برداشت کرے۔ اور صبر دکھائے کیونکہ ایک ساعت

کہ صبر ہی کا نام شجاعت ہی۔

اور حکم دیا کہ جبتک دشمن جنگ میں پیشدستی نہ کرے۔ اوسپر خود سبقت نہ کریں۔ اور حکم دیا کہ جب غنیم میدان میں در آئے تو سردار کی نظر اپنی تمام فوجوں پر رہے۔ ان فوجوں پر کار فرمائی اس کا کام ہی۔ سردار پر واجب ہے کہ دل کو قایم رکھے۔ اور اپنے ہاتھہ پاؤں کو پھولنے نہ دے۔ اور اپنی ہر فوج کو منجملہ اسلحہ ایک سلاح سمجھے کہ جس طرح جیسا موقع ہو۔ تیر۔ تیر شمشیر گرز۔ پیش قبض اور خنجر سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح ہر فوج سے بوقت مناسب کام لے۔ سردار اپنی فوجوں اور اپنے وجود کو بمنزلہ ایک کشتی کرنے والے شخص کے تصور کرے۔ کہ جس طرح پہلوان اپنے ہر عضو دست وپا اور سر و سینہ وغیرہ سے دنگل میں کام لیتا ہے۔ اسی طرح سردار اپنے ہر عضو سے جنگ میں کام لے۔ کیونکہ جب ایک ایک بار کر کے نو ضربات شمشیر دشمن کے لشکر پر پڑینگی۔ طبعی امر ہے کہ پہلے نہیں تو نویں ضرب میں شکست کہا جائے۔

سردار پر لازم ہے کہ پہلے اپنی فوج ہراول سے دشمن پر حملہ کرائے من بعد ہراول تغار کے ہراول کو اسکی مدد کو بہیجے۔ اور اوسکے بعد ہراول کے بعد جرانغار کے ہراول

سے حملہ کرائے۔ اس طرح دشمن کی فوجوں پر تین ضربیں پڑ چکی ہونگی۔ اس وقت اگر دیکھے کہ تینوں ہراولی فوجیں ناکام رہتی نظر آتی ہیں۔ تو برانغار کی فوج اول کو بڑھائے۔ اور اس کے بعد جرانغار کی فوج دوم کو۔ اگر اس وقت بھی فتح حاصل نہ ہو تو پھر برانغار کی دوسری فوج کو آگے کرے۔ اور اس کے متعاقب جرانغار کی فوج اول کو اور نیز مجھے خبر بھیجے۔ اور میرے جھنڈے کے پہنچنے کا منتظر رہ کر عنایات الہی پر بھروسہ کرکے سردار خود جنگ میں در آئے اور مجھے معرکے میں حاضر سمجھے۔ کیونکہ جب دشمن پر آٹھ ضربیں پڑ چکی ہوں۔ تو نویں ضرب میں وہ شکست کھا جائے گا۔ اور میرے سردار کو فتح نصیب ہوگی۔

سردار پر یہ بھی واجب ہے کہ جلدی نہ کرے اور لشکر سے ہی کام لے۔ اس کے بعد اگر اس کے خود شامل کارزار ہونے تک نوبت پہنچ جائے تو حتی الوسع اپنے آپ کو ہلاک نہ ہونے دے۔ کیونکہ سردار کے مارے جانے سے بدنامی ہوتی ہے۔ اور دشمن شوخ ہو جاتا ہے۔ پس سردار پر لازم ہے کہ رائے و تدبیر سے کام لے۔ جلد بازی نہ کرے۔ کیونکہ تعجیل کار شیطاں ہے۔ اور ایسی جگہ نہ در آئے جہاں سے پھر باہر نہ نکل سکے۔

ترتیب صف آرائی حسب ذیل ہے
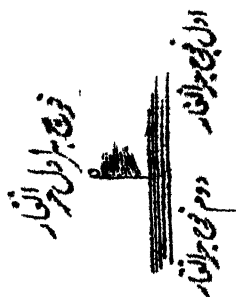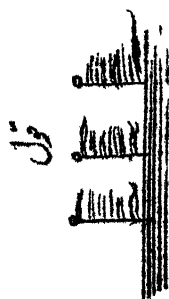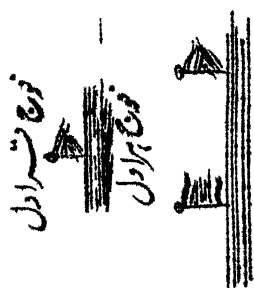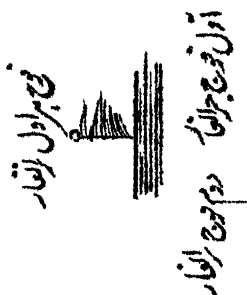
افواج قاہرہ کی صف آرائی کا قاعدہ و تزوک میں نے یہ باندھا

میں نے حکم دیا کہ اگر غنیم کا لشکر بارہ ہزار سے زیادہ ہو لیکن

چالیس ہزار تک نہ پہنچا ہو تو میرے فرزندان کامگار میں ہی ایک لشکر کا سردار ہو۔ اور بیگلر بیگی اس کے ہمرکاب مع امرائے قشونات و تومانات والوسات جن کا مجموعہ چالیس ہزار سواروں سے کمتر نہ ہو حاضر ہوں۔

اور افواج قاہرہ کو چاہیئے کہ مجھی حاضر و موجود سمجھ کر مردی و مردانگی اور تدبیر کے رشتہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔

اور حکم دیا کہ جب میرے اقبال کے پیش خانہ کو نکالا جائے تو بارہ فوجیں معیّن کیجائیں اور ہر ایک فوج پر امرائے قبائل میں سے ایک امیر کو مقرر کرکے تزوک وترتیب قائم کریں۔ تاکہ صف آرائی و فوج شکنی اور در آمد و برآمد کے متعلق جو بارہ تزوک میں نے باندھے ہیں وہ زیر نظر رہیں۔

لشکر کی سرداری کے لئے وہ شخص زیبا ہے جو غنیم کی سپاہ کے سرداروں کو شمار کرکے اون کے مقابل اپنے لشکر میں بھی سرداروں کا تعیّن کرے غنیم کی سپاہ کی جملہ اقسام کو جانچ جائے۔ کہ اون میں اتنے اونچی ہیں۔ اس قدر شمشیری۔ اور اتنے نیزہ دار۔ اور غنیم کی سپاہ کی رفتار اور چال ڈھال کو دیکھے کہ آہستہ آہستہ فوج فوج ہو کر میدان جنگ میں در آتے ہیں۔ یا سب کے سب یکبارگی حملہ مغلوبہ کر دیتے ہیں۔ اور میدان جنگ تک اپنے ہلہ و حریف

کے راستہ کو ملحوظ رکھ کر غنیم کے طریق جنگ کو بھانپ جائے کیونکہ بعض اوقات دشمن عمداً اپنی طاقت کو کم ظاہر کرتا ہے۔ یا بھاگنے کی سی صورت بنا لیتا ہے۔ پس ان کے مکر اور گریز پائی سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے۔

جنگ دیدہ اور کارکردہ سردار وہ کہلاتا ہے۔ جو جنگ کے بند و بست کو سمجھتا ہو۔ کہ کس فوج کو پھیلا کر بڑھاتا ہے۔ اور کس رخنہ کو تدبیر سے باندھتا ہے۔ اور کس طرح جنگ کی طرح ڈالنی ہے۔ سرداری کے لائق وہ ہے جو غنیم کے ارادہ کو تاڑ جائے۔ کہ وہ اس طرح سے جنگ شروع کرے گا۔ پس اس روش کا راستہ اوپر بند کر دے۔

سردار کو واجب ہے کہ اپنے چالیس ہزار سواروں کو بدیں طریق چودہ فوجوں میں منقسم کرے۔

اوّل اپنی ذاتی صف کو آراستہ کرکے اوسے قول (قلب) بنائے پھر برانغار کی تین فوجوں کو مرتب کرے۔ اور ان میں سے ایک کو برانغار کے ہراول کے نام سے موسوم کرے۔ اور اسی طرح جرانغار کی تین فوجیں مرتب کرکے ان میں سے ایک کو ہراول جرانغار کا نام دے۔

پھر ایسی ہی تین فوجیں افواج برانغار کے آگے مرتب کر کے ان کا نام چپاول رکھے۔ اور ان تین میں سے ایک کو چپاول کا ہراول (پیش رو لشکر) بنائے۔ اسی طرح تین فوجیں افواج جرانغار کے آگے مقرر کر کے ان کا نام شقاول رکھے۔ اور ایک فوج کو شقاولی ہراول بنائے۔

پھر اپنے قول (قلب) کے سامنے چیدہ چیدہ آزمودہ کار بہادروں اور قجیوں، شمشیرداروں اور نیزہ داروں کو مرتب کر کے اس دستہ کا نام ہراول بزرگ رکھے۔ اور اس ہراول کو ایسا مستحکم و قوی بنائے کہ الغ سوران (بزرگ طرح جنگ) ڈالنے پر یہی ہراولی فوجیں غنیم کے لشکر کو شکست دے ڈالیں۔

سردار پر واجب ہے کہ غنیم کی رفتار پر نظر رکھے۔ اور اگر اس کا کوئی امیر بلا حکم حرکت اور تیز روی کرے تو اوسے تنبیہ کرے۔ اسی طرح غنیم کی درآمد برآمد کو زیر نظر رکھے۔ اور طرح جنگ ڈالنے میں اضطراب نہ دکھائے۔ تاکہ پہلے غنیم جنگ میں مبادرت کرے۔ جب غنیم حملہ کر دے تو سردار کو چاہیئے کہ اوس کے طریق محاربہ پر غور کرے۔ کہ کس طرح سے میدان جنگ میں درآتے اور باہر نکلتے ہیں۔ اور کس طرح حملہ کرتے

ہیں۔ آیا حملہ کر کے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور موقعہ کے مناسب چال کبھی پسپا ہو جاتے اور کبھی پھر پلٹ کر آگے بڑھتے ہیں۔

خود بخود شکست کھا کر بھاگنے والے دشمن کا تعاقب سردار کو نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا دشمن خود ہی اپنی کمر توڑنے والا ہوتا ہے۔

سردار جب دیکھے کہ غنیم نے حملہ میں پیشدستی کر کے ہلہ کر دیا اور اپنی دائیں بائیں افواج کو پھیلا دیا ہے تو اپنے پہلے ہراول کو ان کے روبرو کر کے جنگ کی طرح ڈالے۔ بعد چپاولی ہراول کو اور تشقاولی ہراول کو کلاں ہراول کی مدد کو بھیجے۔ اور ان کے بعد اول فوج چپاول اور دوم فوج تشقاول کو میدان جنگ میں آتارے اور پھر دوم فوج چپاول اور اول فوج تشقاول کو۔

اگر ان سات ضربوں سے بھی غنیم پر فتح حاصل نہ ہو تو اس وقت برانغاری ہراول اور جرانغاری ہراول کو مدد پر دوڑائے۔ تاکہ غنیم پر نو ضربیں پڑیں یہ نو ضربات بھی کارگر نہ ہوں تو اول فوج برانغار اور دوم فوج جرانغار دوڑائے۔ یہ گیارہ ضربات بھی بے اثر رہیں۔ تو دوم فوج برانغار اور اول فوج جرانغار کو جنگ پر بھیجے۔ اور امید ہے کہ یہ تیرہ ضربیں

کھاکر غنیم کی فوجیں منہدم ہوجائینگی۔ اور فتح میسر ہوگی۔

احیاناً اگر ان تیرہ ضربوں سے بھی فتح حاصل نہ ہو تو اسوقت سردار کو چاہئے کہ قول کی فوجوں کو صف آراء کرکے چل پڑے اور اپنے آپ کو پہاڑ کی مانند دشمن کی نظروں میں نمودار کرے۔ آہستگی و پیوستگی کے ساتھ حرکت کرے۔ اور بہادران جنگی کو حکم دے کہ تلوار سے دشمن پر حملہ کریں۔ اور اوچی تیر اندازی کریں۔ اگر اب بھی فتح نہ ملے تو خود جنگ میں داخل ہوکر میرے جھنڈوں کا منتظر رہے۔

قاعدہ و قانون صف آرائی

میں نے قانون بنایا کہ اگر دشمن کا لشکر تعداد میں چالیس ہزار سوار سے زیادہ ہو تو بیگلر بیگگان - امراء مین باشی - یوز باشی اور اون باشی و بہادران و جملہ سپاہ میرے رایات ظفر آیات کے منتظر رہیں - اور حکم دیا کہ ہر فوج کے امیر کو میں جو یرلیغ (فرمان) بھیجوں اس فرمان کے حکم کے مطابق عمل کرے - ہرگز سرتابی کا مرتکب نہ ہو - اگر بیگلر بیگیوں اور امراء میں سے کوئی اس حکم کی خلاف ورزی یا اس سے تجاوز کرے تو اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے - اور اس کے ذیل کو جو امارت کا منتظر ہو اسکی جگہ نصب کیا جائے - اور حکم دیا کہ الوسات و قشونات و تومانات جملہ چالیس اویماق (گروہ) میں سے بارہ اویماق درجہ مغانک پہنچ چکے ہوں ان کو چالیس فوجوں میں تقسیم کیا جائے - اور تمغاتک نہ پہنچنے والے باقی ۲۸ - اویماق کے امراء کو فوج قول کے عقب میں صف بستہ کیا جائے - فرزندان عزیز گان شاہی اپنی فوجوں کو قول کی دائیں جانب کے بائیں ہاتھ مرتب کریں - اور یہ فوجیں اس طرح صف آرا ...

کہ جس جگہ مدد کی ضرورت ہو وہاں فوراً مدد پہنچائیں۔

جانب برانغار میں چھ فوجیں مقرر کی جائیں۔ اور ساتویں فوج ان کی ہراول ہو۔ اسی طرح جرانغار میں ایک ہراولی فوج ہو اور اس کے پیچھے چھ اور فوجیں۔

اور برانغاری فوجوں کے سامنے مزید چھ فوجیں بنام چپاول اور ایک فوج بنام ہراول چپاول مامور ہو۔ اسی طرح جرانغاری فوجوں کے سامنے چھ تقاولی فوجیں اور ایک فوج بنام ہراول تقاول مقرر ہو۔ چپاول و تقاول کی فوجوں کے امراء کارکردہ اور بہادران آزمودہ کی چھ فوجیں بنام ہراول بزرگ رکھی جائیں۔ اور ان چھ کے آگے ایک فوج اور بطور ہراول ہو۔ اور اس ہراول ہراول کے دائیں بائیں دشمن کے لشکر کی دیدبانی کے لئے دو قراول بیگی مع جملہ علم برداران مامور کئے جائیں۔

اور حکم دیا کہ ان چالیس افوج کے امرا جب تک بدیں مضمون میرا فرمان نہ پہنچ جائے، جنگ میں نہ در آئیں۔ اور جب تک جنگ کی نوبت ان تک نہ پہنچ جائے، خود پیشدستی نہ کریں۔ البتہ جنگ

کے لئے تیار و آمادہ رہیں۔ اور جب جنگ کا حکم پہنچ جائے تو غنیم کی روش کو دیکھ کر جنگ میں در آئیں۔ تاکہ جس طریق سے وہ جنگ میں در آیا ہو اس راہ کو بند کرنے کی کوشش کریں۔ اور جس راہ کو غنیم نے بند کیا ہوا ہے از رو ئے تدبیر کھول سکیں۔

اور حکم دیا کہ جب ہراول ہراول جنگ شروع کر دے تو ہراول کا امیر اپنی ششگانہ فوجوں کو یکے بعد دیگرے میدان میں پہنچائے تاکہ چھ ضربیں نوبت بہ نوبت دشمن پر پڑیں۔ اور وہ لڑکھڑا کر شکست کھا جائے اگر ایسا نہ ہو تو اس وقت امیر چپاول کو لازم ہے کہ اپنی چھ فوجوں کو ایک ایک کر کے کمک پر بھیجے۔ اور خود بھی حملہ کر دے۔ اسی طرح منقلاولی افواج کا امیر اپنی چھٹوں فوجوں کو آگے کرے۔ اور خود بھی وہاں پہونچے تائید و کرم ایزدی سے امید ہے کہ اٹھارہ ضربیں کھا کر دشمن تتر بتر ہو جائے گا۔

لیکن اگر ان حملوں کے باوجود دشمن شوخ چشمی دکھائے تو برانغار اور جرانغار کے امیر اپنے ہراولوں کو مدد پر دوڑائیں۔ جب یہ دونوں ہراول دائیں بائیں سے دوڑینگے تو باغلب وجوہ دشمن کا لشکر بتاب

وناتواں ہو جائے گا۔ لیکن اگر دشمن اب بھی شوخ ہو تو امیر برانغار اور امیر
جرانغار اپنی اپنی فوجوں کو باری باری سے دشمن پر بھیج دیں۔ اور اگر دیکھیں
کہ افواج قاہرہ سے تاحال غنیم کی فوجیں شکست یاب نہیں ہوئیں۔ تو یہ
دونوں امیر خود آگے بڑھ کر دشمن کے رفع ودفع میں مشغول ہوں۔ اگر یہ
دونوں امیر بھی ناکام رہیں تو شاہزادے جو برانغار پر ہونگے اور خواشیادند جو
جرانغار پر مامور ہیں غنیم پر حملہ کردیں۔ اور دشمن کے سردار اور اُس کے جھنڈے
پر نظر رکھ کر بشجاعت و مردی دشمن کی صفوں کو توڑیں۔ اور سردار کو گرفتار
اور اُس کے جھنڈے کو نگوں سار کرنے کی کوشش کریں۔

اگر ان ضربوں کے باوجود دشمن قایم رہے۔ تو اس وقت متفرق فوجیں
اور قول کے بہادر اور الوساقی (قبائلی) فوجیں جو کہ قول کے عقب میں
آراستہ کی گئی تھیں۔ ایک ساتھ بڑھ کر دشمن پر حملہ کردیں۔ اگر اس پر بھی
فتح نصیب نہ ہو تو پھر سلطان پر واجب ہے کہ وہ خود بہ ہمت بلند اور دل
قوی پیشقدمی کرے۔ چنانچہ میں نے قیصر (سلطان بایزید والئی روم)
کی جنگ میں ایسا ہی کیا۔ شاہزادہ میراں شاہ کو جو دائیں ہاتھ کی فوج
کا سردار تھا حکم دیا کہ قیصر کے بائیں ہاتھ (میسرہ) پر سرکن پرکن (سیرون

آمدن وزدن) کے طریقہ سے حملہ کرے۔ اور شاہزادہ سلطان محمود خاں
امیر سلیمان کوکہ دست چپ کے سردار تھے۔ فرمان بھیجا کہ قیصر کے میمنہ (دائیں ہاتھ
کی فوج) پر ہجوم ڈالیں۔ اور شاہزادہ ابو بکر کہ جو دائیں ہاتھ کی انتہائی فوج
کا افسر تھا حکم دیا کہ بایزید یلدرم کے قول پر جو ایک پشتہ پر ایستادہ تھا حملہ کرے
اور میں نفس نفیس قول کی فوجوں اور اویماقی لشکروں کو لے کر خود قیصر کی طرف
فوجیں شکست یاب ہوگئیں اور سلطان محمود خاں نے تعاقب کر کے قیصر کو
پکڑ لیا۔ اور اسے بارگاہ میں حاضر کیا۔ تو تمش خاں کو بھی اسی طرح کے انتظام
صف آرائی سے میں نے شکست دی۔ اور حکم دیا تھا کہ اسکے علم کو نگوں سار کردیں۔
اگر دشمن چالاکی و قزاقی کر کے چپاولی و شقاولی اور برالغاری جرانغار کی
فوجوں کو درہم برہم کرتا ہوا قول کی فوج تک پہنچ جائے تو سلطان پر واجب
ہے کہ شجاعت کے پاؤں کو صبر کی رکاب میں مستحکم رکھ کر غنیم کی دفع ورفع پر متوجہ
ہو۔ چنانچہ شاہ منصور کی جنگ میں میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ میری فوجوں کو روندتا
ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔ تو میں نے بذات خود اسکا مقابلہ کر کے اسی خاک ملالت پر گرا دیا۔
تمغا وار بارہ اویماقی لشکروں سے چالیس فوجیں آراستہ کرنے کا نقشہ
دوسرے صفحہ پر درج ہے۔

ہراول ہراول
ہراول وزارت
ہراول بزرگ
ہراول چپاول
ہراول شقاول
شقاول
چپاول
ہراول جرانغار
ہراول برانغار
جرانغار
برانغار
تول
فوج خویشاوندان
فوج امیرزادہ ہا
بیست و ہشت ادیماق کہ بہ تمغا رسیدہ اند
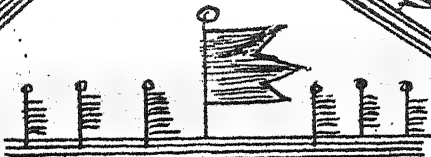
تزک تیموری کا تتمہ

تزک تیموری کا پورا ترجمہ ختم ہوگیا تزک کے معنے عام طور پر خود نوشتہ سوانح عمری کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں امیر صاحبقران نے اپنی اس کتاب کے نام میں تزک کو اوس کے ٹھیٹھ یعنی آئین و ضوابط کے معنوں میں استعمال کیا۔ اسمیں امیر موصوف کے جستہ جستہ حالات زندگی کا تذکرہ محض ضمناً اور سرسری طور پر کسی خاص قاعدہ و ضوابط کی برجستگی کے ثبوت میں ہوا ہے۔ نہ کہ بر سبیل داستان۔ اوسمیں اول سے آخر تک صرف اپنے طور و طریق حکمرانی آئین و مشورت اور جملہ محکموں اور صیغوں کے اصولی نظم و نسق کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ مگر ایسی عمدگی کے ساتھ کہ گویا دریا کو کوزہ میں بندکر دیا گیا ہے۔ جامعیت کے تمام پہلو موجود ہیں۔ بایں ہمہ بلحاظ جسامت ابتدا آفرینش سے آجتک شاید کسی چھوٹی سی سلطنت کا مجموعہ قوانین بھی ایسا مختصر نہ پایا جائیگا۔

یہی اختصار محاربہ انگورا کے متعلق برتا گیا ہے۔ جو نہ صرف آہن زمانہ کے فن معرکہ آرائی بلکہ اپنے نتائج کی اہمیت کے لحاظ سے بھی اوس عہد کے

دو عظیم ترین تاجداران عالم اور فاتحان ممالک کا فیصلہ کن اور آخری
دنگل تھا۔

بایزید یلدرم سلطان روم نہ فقط عنفوان شباب میں تھا بلکہ تیرہ سال
کی مسلسل فتوحات نے اس کے حوصلے فلک الافلاک تک بڑھا رکھے تھے۔ ۱۳۸۹ء
میں سلطان مراد میدان کوسوا دواقع البانیا) میں شاہ سرویا اور اسکے
رفیق شاہ بوسینا سے غالبانہ جنگ میں مشغول تھا کہ ایک سربی امیر نے عین
معرکہ کارزار میں اطاعت کے بہانہ سے قریب پہنچ کر سلطان کو خنجر سے مہلک
زخم پہنچا دیا۔ شاہزادہ بایزید دشمنوں کی صفوں کو الٹتا چلا آرہا تھا۔ ادہر
سے سلطان مراد نے اپنی موت قریب دیکھ کر ریزرو فوج کو آخری حملہ
کا حکم دے دیا۔ اور مرنے سے پہلے اس نے شاہ سرویا کو مقید دیکھ لیا۔

تخت نشین ہونے پر بایزید نے یورپ میں تہلکہ۔ یونان۔ بلگریا۔ بوسینیا
اور روالیشیا کو فتح کیا۔ نکوپلیس کے میدان میں سجمنڈ شاہ ہنگری اور
اس کے ہزار ہا فرانسیسی و جرمن شہسوار معاونوں کو شکست دی۔ دوسری
طرف ایشیائے کوچک کی سلجوقی سلطنت کے باقیماندہ دو صوبوں قسطمونی اور
کرامانیہ کو بھی مسخر کر کے قیصر روم کے باقیماندہ ایشیائی مقبوضہ فلیڈلفیا اور

سمرنا کے متصلہ صوبہ آیدین کے امیر کو مطیع بنالیا۔ ادہر عراق عرب میں اس کے
جرنیل آرمینیا اور دجلہ فرات تک پہنچ گئے۔ لیکن شام ومصر وسمرنا موصل و
بغداد ابھی مقبوضات عثمانیہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ اور قسطنطنیہ پر بھی یونانی
قیصر ہی حکمراں تھا۔ گو اسکی حالت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ بایزید کے ساڑھے
پانچ سال کے محاصرے کے بعد اہل قسطنطنیہ اطاعت پر مائل ہو چکے تھے۔ مگر قیصر نے
خراج کی مقدار بڑھا دینا اور خاص شہر میں ایک اور جامع مسجد بنوا دینا منظور کر کے
گلو خلاصی کرالی۔

فتح یونان سے ۱۳۹۷ء میں فارغ ہو کر وہ تسخیر قسطنطنیہ کی مکرر تیاریاں
کرنے ہی کو تھا کہ امیر تیمور سے تعلقات بگڑ گئے۔ اور بات رفتہ رفتہ یہاں تک
بڑھ گئی کہ مشرقی اسلامی دنیا کے دو سلاطین اعظم کی باہم جنگ ہو گئی۔
بایزید کی امنگیں جس درجہ تک بڑھ گئی ہوئی تھیں اوس کا کچھ اندازہ
اوس مکالمہ سے ہو سکتا ہے۔ جو ستمبر ۱۳۹۶ء کے میدان نکوپلس کے گرفتار
شدہ فرنچ امیر کوٹ ڈی نیوارس سے فرنچ امیر امیروں کی رہائی کے وقت
ہوا۔ جب یہ لوگ جو شکست کے بعد بعزت و احترام سلطانی مہمان رکھے گئے تھے
شکریہ ادا کرنے کو حاضر ہوئے۔ تو بقول مسٹر ایڈورڈ کریسی سلطان بایزید

نے ترجمان کے ذریعہ یہ الفاظ کہے " جانتا ہوں بخوبی جانتا ہوں کہ تم اپنے ملک کے
امیر کبیر اور ایک طاقتور بادشاہ کے بیٹے ہو۔ تم ابھی جوان اور بہت سے سال جینے
کی توقع رکھ سکتے ہو۔ ممکن ہے کہ اپنی عمر کے پہلے معرکہ میں ہزیمت یاب ہونے پر
تمہیں طعنے ملیں۔ اور اس بدنامی کو دھونے کے لئے تم زبردست فوج لے کر
پھر مجھ پر چڑھائی کرو۔ اگر مجھے تمہارا یا تمہاری رفتار کا خوف ہوتا تو میں تم سے
حلف لے لیتا۔ کہ پھر مدت العمر تم میرے برخلاف ہتھیار نہ اٹھاؤ گے۔ مگر میں
ایسا حلف نہیں لیتا۔ بلکہ خوش ہونگا اگر تم اپنے ملک میں واپس جا کر فوج جمع
کرو۔ اور اُسے میدان جنگ میں لاؤ۔ تم مجھے ہر وقت تیار اور رن پر آمادہ پاؤ گے
میرے یہ الفاظ اوروں کو بھی سنا دو۔ کیونکہ میں ہر وقت مردانہ کارنا موں اور
توسیع فتوحات پر کمر بستہ رہتا ہوں "

یہی خود اعتمادی مدت العمر اسکی رفیق رہ کر آخر معرکہ انگورا میں اسکی
بربادی کا باعث ہوئی۔ کیونکہ وہ اعتدال کے درجہ سے تجاوز کر کے ناعاقبت
اندیشی اور تہور کی صورت میں بدل گئی۔ اُسے اپنی زندگی کا یہ اہم ترین واقعہ
یاد نہ رہا کہ نکوپولس میں شہ سواران جرمنی و فرانس سے زیادہ تر اسی شاہانہ
تہور کی بدولت زک کھائی تھی۔ اس کے برعکس پیر کہن سال تیمور نے جسکی

عمر ستر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ تیاری و آراستگی کے جملہ لوازمات کے ساتھہ ہی
تدبیر اور حزم و احتیاط کا ادنے ترین پہلو بھی برابر پیش نظر اور زیر عمل رکھا۔ اور
دنیا کو ایک مرتبہ پھر یاد دلا دیا کہ بوڑھوں کا تجربہ جوانوں کے متہورانہ شتابکاری
سے بدرجہا زیادہ قیمتی شے ہے۔ امیر تیمور کے حالات زندگی اور اسکی فتوحات
سلسل پر کئی کتابیں موجود ہیں ان میں ایک خود اپنی نوشتہ بنام ملفوظات
تیموری ہے ظفر نامہ تیموری ملا شرف الدین علی یزدی نے بزبان فارسی تیمور کے
پوتے ابراہیم سلطان کے ایما پر ۱۴۲۴ء میں بمقام شیراز قلمبند کیا۔ اسمیں امیر
موصوف کے محاسن و محامد ہی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے مقابل عربی تاریخ
تیموری میں عرب شاہ دمشقی مؤلف عجائب المخلوقات نے تیمور کو خوفناک شکل میں
ظاہر کیا ہے۔ یہ مورخ ۱۴۵۰ء میں فوت ہوا۔ ظفرنامہ کا ترجمہ فرانسیسی و انگریزی
میں اور تاریخ تیمور کا فرانسیسی میں ہو چکا ہے۔

تیمور کے مختلف نسب نامے شائع ہوئے ہیں۔ مگر اسپر سب مورخین کا اتفاق
ہے کہ وہ چنگیز خاں کے شاہی خاندان سے تھا۔ وہ شہر کیش میں جسکا نام بعد میں
تیمور نے سبزوار رکھا ۱۳۳۶ء یا ۱۳۳۵ء مطابق ۷۳۶ھ میں پیدا ہوا۔
سبزوار سمرقند سے بروایت سائیکلو پیڈیا برٹانیکا پچاس میل بجانب جنوب

اور بقول سر ملکم جان مورخ ایران ۳۰ میل بجانب جنوب مشرق ہے تیمور نے عروج پکڑ کر سمرقند کو اپنی تخت گاہ اور سبزوار کو گرمائی اقامت گاہ بنایا۔

تیمور کو اپنے قبیلہ کے اکابر میں یہ خصوصیت بھی حاصل ہو کہ اس کا باپ پہلا شخص تھا۔ جو قبیلہ برلاس میں مسلمان ہوا۔ تیمور کا باپ اپنے قبیلہ کا سردار بھی تھا۔ اس کا نام ترا غائی تھا۔ وہ قرہ شہر مینو یان کے پوتہ کا پوتہ تھا۔ قرہ شہر چنگیز کے بیٹے اور سپہ سالار چغتائی خاں کا وزیر تھا۔ ترا غائی چاہتا تو اپنے موروثی عہدہ کی وجہ سے بہت سے فوجی کارنامے کرتا۔ مگر اپنے باپ اور تیمور کے دادا پور قل کی طرح اس نے بھی علمی اور با امن زندگی کو ترجیح دی۔ گویا تقدیر کو منظور تھا۔ کہ باپ دادا کی کسر بھی اس میدان میں پوتہ پوری کرے۔ ترا غائی نے بیٹے کی تعلیم و تربیت کو سب کاموں پر مقدم سمجھا۔ چنانچہ تیمور بیس سال کی عمر تک نہ فقط تمام مردانہ کرتبوں میں ماہر ہو گیا۔ بلکہ قرآن کریم کا بھی بہترین عالم متصور ہونے لگا۔ اس زمانہ میں اس کی طبیعت کا میلان بہت کچھ رحم دلی کے کاموں کی طرف رہا۔

مگر بائیسویں سال ہی اسے فوجکشی کے میدان میں داخل ہونا پڑ گیا

اور آئندہ دس گیارہ سال میں اس نے گردونواح کی ریاستوں پر اپنا سکہ خوب بٹھا لیا۔ سب سے اول اس نے امیر قرہ گن سے جس نے تحازان کو فتح و برباد کیا تھا۔ اور مغربی چغتائی خاندان کا امیر اور تیمور کا رشتہ دار تھا اتحاد کا رشتہ مضبوط کیا۔ قرہ گن نے اسے ایک ہزار سوار دیکر خراسان کی مہم پر جو تیمور کی دوسری فوجکشی تھی بھیجا۔ اسمیں کامیاب ہونے کے بعد اس نے خوارزم اور ارگنج کو فتح کیا۔ ۲۷ سال کی عمر میں امیر خراسان وما وراءالنہر کو ازبکوں کے برخلاف جو اس کے علاقوں کو ویران کر رہے تھے کامیاب مدد دی۔ جس کے صلہ میں اسکی دامادی کی عزت حاصل کی۔ قرہ گن کے قتل پر کئی شخص تخت کے دعویدار ہو گئے۔ ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ چنگیز خان کی اولاد میں سے ایک تغلق تیمور والئی کاشغر نے حملہ کر دیا۔ چغتائی سرداروں نے تیمور کو سفیر بنا کر حملہ آور کے پاس بھیجا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تیمور کو ما وراءالنہر کا حاکم تسلیم کر لیا گیا۔ انہی دنوں باپ کے فوت ہو جانے پر قبیلہ برلاس کی موروثی امارت بھی اسے ملگئی۔ اس نیم شاہانہ اقتدار کی وجہ سے تیمور کا آخر تغلق تیمور سے بگاڑ ہو گیا آخر الذکر حملہ آور ہو کر پھر سیحون کے کنارہ نمودار ہو گیا۔ اور تیمور کی حالت بہت کچھ پریشان ہو گئی۔ صوبہ ما وراءالنہر تیمور سے چھینا گیا۔ اور تغلق نے اپنے

اپنے بیٹے کو مامور کر دیا۔ مگر بہادر تیمور نے نسبتاً بہت تھوڑی سی فوج کے ساتھ آخر نئے حاکم کو شکست دیکر بھگا دیا۔ کچھ عرصہ بعد تغلق مر گیا۔ اور تیمور کو اپنے سابقہ علاقے لینے اور مزید فتوحات کا موقعہ ملگیا۔ اس زمانہ میں تیمور کی اپنے سالے امیر حسین سے بگڑ گئی۔ یہ دونوں قبل ازیں سالہا سال یار غار اور ایام پریشانی میں ایک دوسرے کے رفیق حال بھی رہ چکے تھے۔ ۱۳۶۹ء کے اواخر میں امیر حسین کو قتل کرکے تیمور بلخ کا بادشاہ بن گیا۔ اور سمرقند کو پایہ تخت بناکر باقاعدہ مسند نشین ہوا۔ قرل التائی یعنی بہادران قوم کی مجلس کلاں نے اسے چغتائی اقوام کا باضابطہ خان تسلیم کر لیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

ناموں میں بھی کچھ تاثیر ہوتی ہے۔ تیمور ترکی میں لوہے کو کہتے ہیں۔ یہ نام تیمور کی شخصیت میں بالکل درست نکلا۔ باضابطہ بادشاہ تسلیم کئے جانے پر ایشیائی فرمانرواؤں کے دستور کے مطابق اس نے گورگان (گرگ عظیم) صاحبقران اور جہاں گیر کے القاب اپنے لئے پسند کئے۔ اور دنیا نے جلد دیکھ لیا کہ یہ صرف لفظ ہی لفظ نہ تھے۔ اس نے بلامبالغہ اپنی ذات کو ان کا پورا مصداق ثابت کر دکھایا۔ ۳۶ سالہ عہد حکومت میں اس نے شمالاً چین کی دیوار اعظم سے لے کر روس کے قلب

تک اور جمنا کے کنار گنگا سے لیکر آب نیل و بحیرہ روم تک اپنی جہانبانی کا سکہ چلایا۔ اسکی ذات میں ۲۷ ممالک کی بادشاہی اور نو مختلف حکمراں خاندانوں کی وراثت مجتمع ہوگئی۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے ویسے ہی خدا کی زمین پر ایک بادشاہ ہونا چاہیئے۔ اور کل دنیا کی بادشاہیاں ملجانے سے بھی کسی سلطان اعظم کا شوق ملک گیری سیر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ سمرقند کو پایہ تخت بناکر تاج شاہی سر پر رکھتے وقت اس نے علانیہ کہہ دیا تھا کہ میں تمام ربع مسکوں کو زیر نگیں کرونگا۔

بہ حیثیت فاتح تیمور دنیا میں لاثانی گذرا ہے۔ دنیا کے مشہور تاریخی فاتحان اعظم کیخسرو (ایرانی) اسکندر قیصر۔ اٹلا چنگیز خاں۔ شارلمین یا نپولین میں سے کسی نے بزور شمشیر اس قدر ممالک سخر نہ کیے جس قدر کہ تیمور نے زیر نگیں کیے۔ نہ ان میں سے کسی کو اتنی رعایا پر حکومت کرنا نصیب ہوا۔ جو تیمور کو ملی۔ بقول سر کریسی تیمور کو محض شخصی شجاعت اور اعلٰے قابلیت اور ذہانت کی طفیل ہی یہ بے نظیر فتوحات حاصل نہ ہوئیں۔ بلکہ اس لیے بھی کہ وہ اعلٰے پایہ کا مدبر اور ازحد قابل حکمراں بھی تھا۔ جو مجموعہ قوانین (تزک تیموری) اس نے فوج کے انتظام معدلت گستری اور سلطنت کے ملی نظم و نسق کے لیے مرتب کیا۔ اوس سے تیمور کی تیز قوت

مشاہدہ اور صحیح و عمیق غور و فکر کا کافی ثبوت مل رہا ہے۔ حکمرانی کو فن کے درجہ تک پہنچانے اور نیز اپنی خارجہ پالیسی میں کامیاب رہنے کے معاملہ میں اسے اپنے محکمہ خبر رسانی کے قابل تعریف انتظام سے بڑی مدد ملی۔ اس محکمہ کی طفیل وہ اپنے قاصدوں اور خبر نویسوں کی رپورٹوں سے ہر وقت صحیح اور پوری پوری اطلاع پہونچتی رہتی تھی۔ اس نے تمام اطراف میں سیر و سیاحت کرنے کے لئے قاصد بھیج رکھے تھے۔ جو طرح طرح کے بھیسوں اور خاص کر حجاج اور درویشوں کے لباس میں ہر جگہ گشت لگاتے رہتے۔ ان کے ذریعہ تیمور کو اپنے ہر دشمن کی طاقت و کمزوری کا ہمیشہ اور ہر موقعہ پر صحیح علم ہوتا رہتا۔ ان کی رپورٹیں صدر محکمہ میں باحتیاط رجسٹروں میں قلم بند کیجاتیں۔ اور ساتھ ہی نقشوں پر جو ہر وقت پیش نظر رکھے رہتے نوٹ کردی جاتیں۔

کسی مہم کے پیش آنے پر وہ اس کے تمام پہلوؤں اور اغلبیات و ممکنات پر بخوبی غور کرتا۔ اور ہر جو کھم کی پہلے سے پیشبندی کرلیتا۔ اس طرح کامل سوچ بچار کے بعد جب وہ کسی امر کا ارادہ کرلیتا تو پھر پہاڑ کی طرح اس پر جم جاتا چنانچہ مدت العمر میں ایک دفعہ بھی اس نے اپنے کسی حکم کو بعد میں منسوخ نہ کیا گذشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط اسکا دلپسند مقولہ تھا۔ جو کچھ گذر جائے

اسپر چھپنا یا مٹنا [illegible] ہونا جانتا ہی نہ تھا۔ اوسے اپنی سپاہ کے دلوں پر
ایسا اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ اوسکی خوشنودی کے لئے وہ سخت سے سخت
مصیبتیں بھی خوشی خوشی اٹھاتے۔ اور اُسکی آنکھ کے اشارہ پر جانیں تک
بیدریغ قربان کر دیتے۔ بلکہ اگر تیمور کا حکم ہوتا تو عین حالت فتح میں لوٹ
مار سے فی الفور دستکش ہوکر مالِ غنیمت کو بھی چون وچرا کے بغیر
چھوڑ دیتے۔

تیمور فیاض آدمی تھا۔ مگر جو مقابلہ کی گستاخی کرتے اُن کو ایسی سخت سزا
دیتا جس کی مثال اون خوفناک زمانوں میں بھی کمتر ملتی ہے۔ فتح کے لئے
تیمور جو حربے استعمال کیا کرتا تھا ازانجملہ ایک یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں
میں وحشت بٹھا دی جائے۔ چنانچہ شہروں اور علاقوں کی [illegible] آبادی
کو جو [illegible] دیتا اون کے طرز وطریق سے صاف معلوم ہوجاتا کہ احکام
کسی مطلق العنان اور جابر فرمانروائے نے بحالت غیظ وغضب محض سفاکی
کے جوش میں آکر صادر نہیں کئے۔ بلکہ ایسے شخص کے صادر کردہ ہیں جو ایذا
وعقوبت رسانی کے معاملہ میں پوری مہارت رکھتا اور ٹھنڈے دل سے
ہر پہلو پر غور کرکے محض کسی غرض خاص کے حصول کے لئے اون سے

کام لے رہا ہے۔

امیر حسین شاہ بلخ اور اپنے سالے کو قتل کرنے کے بعد جس سے تیمور کو بگاڑ بیوی کے مرنے کے بعد ہوا تھا اوس نے سمرقند کو پایۂ تخت بنا کر ایک طرف زیب و زینت دلفریب عمارات اور عالیشان باغات وغیرہ سے عروس دہر بنا دیا۔ تو دوسری طرف مضبوط قلعبندی اور فصیل و بروج سے مضبوط ترین حصن عالم کی شکل میں بدل دیا۔ توران کا مالک واحد بننے کے بعد اسکی نظر ایران پر پڑی۔ جہاں چنگیزی سلطنت کے انتزاع کے بعد کئی بادشاہیاں قائم ہو چکی تھیں۔ اسوقت عراق عجم اور خاص فارس کے علاقے خاندان ساسر کے ماتحت تھے۔ اور عراق عرب اور آذربائیجان پر ایلخانی قبیلہ حاکم تھا۔ ایران خاص کی طرف رخ کرنے سے پہلے تیمور نے مشرقی سرحدی صوبجات خراسان۔ سیستان اور زابلستان کو مسخر کیا۔ پھر ایران پر فوجکشی کی۔ اور تین سال میں اسکی تسخیر سے فارغ ہو گیا۔ خاندان ساسر کا حکمراں منصور شاہ بلا مقابلہ مطیع ہو گیا۔ اور اپنی بیٹی کا نکاح تیمور کے پوتے سے کر دیا۔ ایلخانی سلطان احمد بر سر مقابلہ ہو کر مغلوب ہوا۔ اور ایران کے ساتھ ہی علاقجات جارجیا شروان گیلان۔ آرمینیا۔ بغداد کربلا کردستان او جزیرہ ممالک

محروسہ میں داخل ہو گئے۔

ایرانی مہم کے دوران میں مشرقی تاتار اعظم کا فرمانروا توقتمش بگڑ گیا اور خوارزم کا دعوئے کیا۔ بارہ سال پہلے توقتمش تیمور کے ہاں پناہ گزین ہوا تھا۔ اور اسی کی مدد سے مشرقی قپچاق کا تخت اسے حاصل ہوا تھا۔ تیمور ایرانی مہم کو بیچ میں چھوڑ کر بالشکر جرار توقتمش کی سرکوبی کو گیا اور ۵۔ جولائی ۱۳۹۰ء کو فیصلہ کن فتح پاکر اسے بھگا دیا۔ مگر توقتمش کی طاقت کا کامل قلع قمع ۱۳۹۵ء سے پہلے نہ ہوا ۱۳۹۰ء کی فتح کے بعد موسم سرما تیمور نے سمرقند میں بسر کیا اور خوب جشن منائے۔ بعد پنجسالہ مہم شروع کر کے ایران۔ بغداد۔ جزیرہ۔ آرمینیا جارجیا کی تسخیر کو مکمل کر کے توقتمش کو مکرر شکست دی۔ اور پھر روس میں داخل ہو کر ایک طرف ماسکو تک پہونچ کر اسے لوٹا۔ اور دوسری طرف ڈان نیپر اور ڈنیوب کے ذخار دریاؤں کو عبور کرتا ہوا چلا گیا۔ روس میں والگا تک اس کی حدود پھیل گئی تھیں۔

اس کے بعد ہندوستان پر فوجکشی ہوئی۔ ۱۹ ستمبر ۱۳۹۸ء کو سندھ سے عبور کر کے جلد سلطان محمود تغلق کے پایۂ تخت دہلی میں پہونچا۔ اور اسے فتح کر کے آگ کی نذر کیا۔ اور مغلوبین کا اتفاقیہ کیا۔ گنگا تک گیا۔ تیمور نے اپنے پوتے پیر محمد

کو ملتان کی تسخیر پر بھیجا تھا۔ وہ وہاں گھر گیا۔ تو اسے کمک پہنچائی گئی ہندوستان پر حملہ کرنے کے وقت تیمور کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ ان دنوں ہندوستان خانہ جنگیوں کا میدان بن رہا تھا۔ یہاں سے جو غنیمت فاتح کو ہاتھ آئی۔ اس کا کچھ اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ واپس جا کر سمرقند میں تیمور نے جو جامع مسجد بنوانی شروع کی۔ صرف اس کے لئے پتھر ڈھونے پر نوے ہاتھی لگائے گئے تھے۔ دہلی سے واپس ہو کر تین ماہ بعد اپریل ۱۳۹۹ء تیمور سمرقند پہونچا۔ اسکا لشکر حملہ آوری کے وقت ۱۲ ستمبر کو سندھ کے کنارہ آیا تھا۔ یعنی سات دن میں تمام لاؤ لشکر دریا پار ہو گیا تھا۔ اور کل مہم ایک سال میں طے ہوئی۔

پایۂ تخت واپس پہونچنے پر تیمور کو جارجیا میں بغاوت ہو جانے کی خبر پہنچی درنیولا بغداد اور دیار بکر کے مغلوب فرمانروا، احمد وقرہ یوسف تیمور سے بھاگ کر پہلے شام میں اور پھر سلطان بایزید کے پاس پہونچے۔ بایزید اور تیمور کی سلطنتوں کی حدود باہم متصل ہو چکی تھیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کو کچھ عرصے سے رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔ ان فرمانرواؤں کی پناہ گزینی سے بہانہ مل گیا۔ تیمور نے سرحد آرمینیا کے متصل عثمانی شہر سیواس پر جسے ترکوں نے حال ہی میں فتح کیا تھا حملہ کر دیا۔

تعلقات بگڑنے پر بایزید نے اپنے شجاع ترین فرزند ارطغرل کو چیدہ فوج کے ساتھ سیواس بھیجدیا تھا۔ ان شجاعوں کی جنگی قابلیت و مہارت کے علاوہ خود شہر کی قلعہ بندیاں بھی نہایت مضبوط تھیں۔ اور اہل شہر بھی تعداد میں کثیر ہونے کے ساتھ ہی جوانمرد اور قوی حوصلہ تھے۔ عرصہ تک تاتاریوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ مگر تیمور کی شمشیر تدبیر کی کاٹ کا کوئی علاج نہ تھا۔ محاذی ہلّوں اور حملوں کو بے سود اور اپنے ہی نقصان کا موجب دیکھکر تیمور نے ہزارہا آدمی شہر کی فصیل کی بنیادوں کے نیچے سُرنگ کھودنے پر لگا دیے۔ اور ساتھ ہی یہ احتیاط کر لی کہ جوں جوں سُرنگ کھدتی جائے اسکی چھت کو چوبی تختوں اور ستونوں سے برابر سہارا دیتے جائیں تاکہ دیواریں اپنے بوجھ سے قبل از وقت مناسب نہ دب جائیں۔ جب چھ ملز و سُرنگ مکمل ہو گئی تو سُرنگ بازوں نے لکڑیوں کو آگ لگا دی۔ ان کا سہارا ندو جلنے پر تمام فصیل خود بخود نیچے بیٹھ گئی۔ یہ غیبی آفت دیکھ کر محافظین مایوس ہو گئے اور فاتح کے قدموں پر گر پڑے۔ مگر ان کے شجاعانہ مقابلے نے اسکا دل معمول سے بھی سخت کر دیا تھا۔ لوہا تو تھا ہی اب فولاد سے بھی زیادہ شدید ہو چکا تھا۔ محافظین میں چار ہزار ارمنی عیسائی شہسواروں کا بھی ایک دستہ تھا۔ تیمور نے ان کو زندہ زمین میں گڑوا دیا۔ ان کی گردنوں میں رسّیاں باندھ کر سر رانوں میں دیدئیے گئے اور

میں طرح طرح کی سرنگوں چھروں کے ساتھ وہ گڑھوں میں پھینک دئے گئے۔ اور مزید سفاکی یہ کی گئی کہ گڑھوں کو تختوں سے پاٹ کر پھر مٹی ڈالی گئی تاکہ بدنصیب ان خلاؤں میں خاصی دیر تک زندہ رہ کر کرب و بلا میں مبتلا رہیں۔ ان کے جسموں پر مٹی ڈالی جاتی تو چند منٹوں میں دم گھٹ کر اس عذاب سے رہائی پا جاتے۔

شاہزادہ ارطغرل اور ترکی سپاہ کو تہ تیغ کیا گیا۔ بایزید اسوقت قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ یہ خبر سنتے ہی اسے چھوڑ کر ایشیاء کوچک آ گیا۔ انتقام کا جوش اس کے ہر بُن مو سے نکل رہا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوچ کی حالت میں اس نے ایک گڈریئے کو خوش خوش گاتے دیکھا۔ تو اُسے بلا کر کہا۔ مجھے اس مضمون کا شعر سُنا سیوا اس کو دشمن کے ہاتھ میں تہ تیغ دے اور اپنے بیٹے کی موت کا بدلہ لے۔

ریل دٹیلیم و برق کا زمانہ تو تھا نہیں کہ فوراً فوجیں جمع کر کے دشمن کے سر پر پہنچ جاتا۔ بایزید لشکر کی تیاری و فراہمی میں مشغول ہو گیا۔ اور دوسری طرف تیمور نے شام کو رخ کر دیا۔ اور دو سال تک وہاں قہر الہی برپا رکھا۔ مصری و شامی افواج کو قطعی شکست دیکر ۳۰ اکتوبر ۱۴۰۰ء کو حلب میں داخل ہوا۔ اور تین دن لوٹ کا بازار گرم رکھا۔ پھر حما۔ حمص۔ اور دیگر شہر فتح کر کے بعلبک گیا اور وہاں سے دمشق۔ یہاں سلطان مصر اور امرا شام سے دوسرا معرکہ ہوا۔ اور فتح کے بعد

دمشق کو بھی جلا کر تو وہ خاکستر بنا دیا۔ پھر بغداد کی نوبت آئی جس کی فصیل کے سامنے
نوے ہزار انسانی کھوپڑیوں کا مینار چنا گیا۔ من بعد تیمور موسم سرما بسر کرنے کے لیے
دریائے ارس کے علاقہ قرہ باغ میں چلا گیا جو کہ آجکل ایران اور روس میں حد فاصل ہے
۱۴۰۲ء کے موسم بہار میں تیمور نے پھر عثمانیوں کی طرف رخ کیا۔ اس عرصہ میں
باہم چند مرتبہ خط و کتابت ہوئی۔ مگر اس سے عداوت اور تیز ہو جانے کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلا
تیمور بظاہر تو اپنے دشمن کی قوت و طاقت کو بالکل حقیر بتلاتا اور کہا کرتا کہ اسکی
کیا مجال ہے کہ میرے سامنے ٹھہر سکے۔ مگر دل میں ترکی فوج کی آزمودہ کاری و جلادت
کو خوب سمجھتا تھا۔ لہذا اس نے بجائے خود فوجی تیاریوں میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ نہ صرف
بیشمار لشکر ہی جمع کیا۔ بلکہ اپنی وسیع مملکت کے ہر حصہ و گوشہ سے بہترین فوجیں طلب
کریں۔ اور پھر فقط جنگی ساز و سامان اور فوج کی کثرت پر اکتفا نہ کرکے تدبیر و حیلہ
کا بھی کوئی پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ بایزید کی فوج میں بددلی اور غداری پھیلانے
سے اسکی طاقت کو کمزور کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ بیشمار خفیہ قاصد بایزیدی
لشکر کے تاتاری حصہ میں پہنچ گئے۔ جو ان کو سمجھاتے کہ تمام تاتاری شجاعوں کا جائز
وحقدار سردار تیمور ہے کسی تاتاری کو اسکے برخلاف تلوار اٹھانا زیبا نہیں۔ نہ
بایزید ایسے بہادروں کا حکمراں بننے کا اہل ہے۔ سوء اتفاق سے بایزید کی بیوقت

کفایت شعاری اور شدید تادیب و سیاست کی بدولت فوج میں پہلے ہی کچھ آزردگی
پیدا ہو چکی تھی تیموری قاصدوں کو اس امر سے بڑی مدد ملی۔ بہترین جرنیل اس بات
کو بھانپ گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا تو فیصلہ کن جنگ سے سردست پہلو بچایا جائے
یا مناسب داد و دہش سے فوج کو پھر خوش کر دیا جائے۔ مگر نخوت و شیخی اور خود سری نے بایزید کو
بہرہ بنا رکھا تھا۔ اس نے حملہ کا تو فیصلہ کر لیا۔ مگر خزانہ کو ہوا نہ لگنے دی۔ بیسپر ایک جرنیل کو بحسرت
یہ کہدینا پڑا کہ یہ خزانہ ترکوں کے کام نہ آئے گا۔ وہ تیمور کا مال ہو چکا ہے۔ مجھے اس کا الیقین
ہے کہ گویا اوپر ابھی سے تاتاری مہر لگ چکی ہے۔ تیمور جرار لشکر کے ساتھ سیواس میں
خیمہ زن تھا۔ بایزید ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر ادھر روانہ ہوا۔ ملفوظات تیموری میں
بایزیدی لشکر کی تعداد چار لاکھ بتائی گئی ہے۔ مگر پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔ اس
ایک لاکھ بیس ہزار میں ۱۸ ہزار تاتاری اور دس ہزار سربی سپاہی تھے۔ تیمور کا لشکر
۸ لاکھ سے بھی زیادہ تھا۔

بایزید کے جرنیل اپنے لشکر کی کمی کی وجہ سے تنگ علاقہ میں تیمور سے نبرد آزما ہونا
چاہتے تھے۔ تاکہ اس کے سواروں کو ترکتاز کے لئے کافی میدان نہ ملے۔ اور جگہ کی تنگی
کی وجہ سے وہ یوں بھی اپنے ٹڈی دل لشکر سے پورا پورا کام لینے کے قابل نہ رہے۔
مگر تیمور کو فن حرب کے گر کون بتائے۔ نواحی سیواس کے [illegible] نہ پا کر وہ دشمن سے

پاشا دی پہلو بچاتا اور ہر بل کو تت کرتا ہوا قیصریہ اور قیرو شہر میں سے گذر کر آخر انگورا کے وسیع و فراخ میدان میں جا پہنچا۔ پھر فوراً اس عظیم الشان شہر کا محاصرہ بدیں غرض شروع کر دیا کہ بایزید جیسا غیور سلطان بھی گوارا نہ کرے گا کہ وہ چپکا ہو بیٹھا دیکھتا رہے۔ اور دشمن اس شہر کو مسخر و برباد کردے تیمور کا خیال صحیح نکلا جرنیلوں نے پھر بایزید کو سمجھایا کہ یہ موقعہ ٹھیک نہیں مگر اس کی غیرت کہاں تاب لاسکتی تھی جھٹ انگورا کی مدد کو روانہ ہوگیا۔ تو تیمور نے بھی مقابلہ کا تہیہ کر لیا۔ احمقانہ گھمنڈ سے وہ ہمیشہ کوسوں دور رہتا تھا۔ سات گنا لشکر کی موجودگی نے بھی اوسے خفیف سی احتیاط سے بیفکر نہ بنایا۔ سب سے اول بہترین موقعہ یعنی چیوق آباد کے میدان اعظم کو جو شہر کے شمال مغرب میں تھا اپنی لشکرگاہ بنایا۔ پھر اس موقعہ کی حفاظت و مضبوطی کا ہر ممکن انتظام کیا۔ ایک موقعہ پر چیوق آباد کا مختصر دریا رواں تھا ہی جس سے شہر کو پانی پہونچتا تھا۔ دوسرے پہلو پر ایک خندق اور پشتہ تیار کر لیا۔ سابقہ فتوحات یا خود طیش یا شامت اعمال نے تیمور کے برعکس بایزید کو اس موقعہ پر بالکل ہی غیر محتاط بنادیا تھا۔ حالانکہ پہلے معرکے وہ شخصی شجاعت سے علاوہ زیادہ تر سپہ سالارانہ قابلیت ہی کی طفیل فتح کرتا رہا تھا مگر اس محاربہ میں

اس نے ہر بات میں ناقابل اعتبار اور حیرت انگیز لاپرواہی دکھائی۔ پہلے اس نے
تیموری لشکر کے شمال میں کیمپ بنایا۔ مگر پھر جلد ہی محض یہ دکھانے کے لئے کہ وہ
دشمن کی کچھ پرواہ نہیں سمجھتا تمام فوج کو ہٹا کر متصل بلندیوں کی طرف لے گیا
اور وہاں سے بھی سارے لشکر کے ہمراہ لیکر شکار کھیلنے میں مصروف ہو گیا۔ شکار
کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ فوجی حلقہ باندھ کر شکار کو اس موقعہ کی طرف ہانک لائے
جہاں بادشاہ مع افسروں کے موجود ہو۔ اس شکار میں جتنی فوج زیادہ تھی اسی قدر
بڑا حلقہ بنایا گیا جس کا قطر کئی میلوں کا تھا۔ اور وسط میں بایزید مقیم تھا۔ بدبختی
نے یہ مزید رنگ دکھایا کہ یہ شکار جو سلطان کا آخری تھا ایسے علاقوں میں کیا گیا
جہاں پانی ندارد تھا۔ اس طرح یہ ہوا کہ بایزید نے شکار کو دوڑ دھوپ اور دار وگیر
صید کے احکام سے مصنوعی جنگ اور پھر اصلی جنگ کے ہمرنگ بنا دیا۔ اور فوج کو
کچھ کم مصائب و تکالیف سے دوچار نہ ہونا پڑا۔ پانچ ہزار آدمی پیاس اور تکان کی
نذر ہو گئے۔ اس بیوقوفی کے اظہار کے بعد بایزید لشکر لے کر فرودگاہ کو ہٹا تو کیا
دیکھتا ہے کہ اوپر تاتاری قابض ہیں۔ اور جو واحد نالہ ترکی فوج کو آبرسانی کا
کام دے سکتا تھا۔ وہ تیمور کے حکم سے جا بجا کانٹا جا کر مٹی سے اس طرح بھر دیا گیا ہے
کہ کسی مصرف کا نہ رہا۔ اس صورت میں فوراً ہی دشمن پر پل پڑنے کے سوا کوئی چارہ

نہ رہ گیا۔ ۲۰ جولائی ۱۴۰۲ء کو یہ فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ بایزید کے پاس اسوقت تک
بمشکل ایک لاکھ فوج رہ گئی تھی۔ دشمن آٹھ گنا ہونے کے علاوہ ساز وسامان ویراق
اور جوش وقابلیت میں بھی بدرجہا فائق تھا۔ لہذا ینی شہری فوج کے علاوہ جو ہنات
خاص سلطان کے زیر کمان تھی اور سربی معاون دستے کے ماسوا جو اپنے بادشاہ شیفن
لازلروچ کے زیر کمان بایزید کے ساتھ تھا۔ باقی بایزیدی لشکر نے انگورا کے میدان
میں چنداں شجاعت وسپاہیانہ قابلیت نہ دکھائی۔ تیمور کی ریشہ دوانی کام کر چکی
تھی۔ جنگ کے شروع ہوتے ہی تاتاری سپاہی بایزیدی فوج سے نکلکر تیموری لشکر میں
جا ملے۔ اور کئی ایشیائی باجگذار امیروں کے دستوں نے بھی اسی طرح نمک حرامی
دکھائی۔ صرف ترکی فوج کا قلب جہاں سلطان اپنی شہری فوج کے ساتھ موجود
تھا یا میسرہ کا قلب جہاں سربی دستہ تھا مغل سواروں کے پے بہ پے اور تند حملوں
کے باوصف اپنی جگہ پر قائم رہا۔ بایزید کو معلوم ہو چکا تھا کہ قسمت ساتھ چھوڑ
بیٹھی ہے۔ مگر اس نے اپنے افسروں کی اس منت سماجت کی کچھ پروا نہ کی کہ ابھی
وقت ہی بھاگ جائے۔ وہ اپنے بہادروں کو لے کر جن کی صفیں تا حال قائم ومضبوط
تھیں۔ ایک بلند موقعہ کیطرف بڑھا۔ اور وہاں جم کر سارا دن دشمن کے لگاتار
حملوں کو پسپا کرتا رہا۔ لیکن تا کجے۔ اوس کے جانباز ینی شہری پیاس تکان

سے تو پہلے ہی نڈھال ہو رہے تھے۔ اب زخموں سے بھی چور ہوتے جاتے تھے۔ اور یہ امر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اگلی صبح وہ دشمن کے ٹڈی دل کا شکار ہو جائیں گے رات کو بایزید نے میدان سے نکل جانے کی کوشش کی۔ مگر پہچان لیا گیا۔ اور تعاقب کیا گیا۔ گھوڑا ٹھوکر کھا کر مع سوار کے گرا۔ اور محمود خاں چغتائی نے عثمانیوں کے سلطان اعظم کو گرفتار کر لینے کا سہرہ حاصل کیا۔ سلطان کے پانچ بیٹے بھی میدان میں موجود تھے۔ شہزادہ سلیمان بحر الجزائر کو شہزادہ محمد اماسیہ کو۔ اور شہزادہ عیسیٰ قرابانیہ کو بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ شہزادہ موسیٰ باپ کے ساتھ گرفتار ہوا۔ شاہزادہ مصطفےٰ معرکہ کے دوران میں غائب ہو گیا۔ اور تحقیق سے پتہ نہیں چلا کہ اس کا کیا انجام ہوا۔

تیمور پہلے تو اپنے نامور قیدی کے ساتھ لغزت و نوازش پیش آیا مگر جب ایک دفعہ بایزید نے بھاگنے کی ناکام کوشش کی تو حراست کو سخت کر دیا اور رات کو بیڑی پہنادی جاتی۔ سفر کے وقت بایزید کو ایک قسم کی ڈولی میں جو دو گھوڑوں پر باندھی جاتی سفر کرایا جاتا ہے۔ اس سے لوگوں نے گھڑ لیا کہ تیمور اسے آہنی پنجرہ میں بند کر کے ساتھ لئے پھرتا ہے۔ گرفتاری و ناکامی کی ذلت ہی کچھ کم نہ تھی۔ اس مزید رسوائی کی بایزید زیادہ تاب نہ

لا سکا۔ آٹھ ماہ بعد مارچ ۱۴۰۳ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ تو تیمور نے افسوس شاہانہ
فراخ حوصلگی سے کام لیا۔ شاہزادہ موسیٰ کو رہا کر کے حکم دیا کہ باپ کی لاش کو بروصہ
لیجا کر بعزت و احترام آبا و اجداد کے قبرستان میں مدفون کرے۔

معرکہ انگورا میں تیمور نے پہلی دفعہ اپنی فوج میں وردی اور زرہ بکتر کا
استعمال کیا۔ فتح کے بعد تیموری لشکر سلطنت عثمانیہ کے ایشیائی مقبوضات میں
ٹڈی دل کی طرح چھا گیا۔ مرزا محمد سلطان تیمور کے پوتے نے شہزادہ سلیمان کا تعاقب
بروصہ تک کیا۔ مگر وہ اسکے پہنچنے سے پہلے سمندر کے راستہ یورپین مقبوضات میں
پہنچ گیا۔ البتہ فاتحین نے بروصہ۔ نائس۔ خنلق۔ آق شہر۔ قرہ حصار اور بہت سے
[illegible] قسطنطنیہ کو باجگذاری
و اطاعت قبول کرنے کا فرمان بھیجا گیا جس کی فوراً تعمیل کی گئی۔ مصری سلطان
نے بھی اب بلا عذر اطاعت مان لی۔ اور بایزید کے تینوں شہزادوں نے تحائف
بھیج کر تیمور سے اپنے باپ کی سلطنت کے تین حصوں کی حکومت کی سند حاصل
کر لی۔ سمرنا پر ابھی تک ترکی قبضہ نہ ہوا تھا۔ قیصر قسطنطنیہ کے قبضہ سے نکل کر
پچاس سال سے وہ یروشلیم کے عیسائی ناسٹان طبقہ سنٹ جان کے تصرف میں
چلا آتا تھا۔ تیمور نے بذات خود اس پر حملہ کر کے محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن کے

لشکر گاہ کے دہانے پر بند بنا لیا گیا جس سے محصورین کو سمندر کی طرف سے
ملنے والی مدد آنی بند ہو گئی۔ اور مزید براں مغل شہر کی بحری جانب پر بھی نمودار
ہو گئے۔ خشکی کی جانب فصیلوں کے نیچے سرنگیں کھود دی گئیں۔ اور بڑے بڑے چوبی برج
بنا کر محاصرین شہر کی فصیلوں پر چڑھ گئے۔ اور عیسائی نائٹوں کی بے نظیر دلاوری
کے باوصف جب اوسے فتح کر لیا۔ تو بلا تمیز جنس اور بلا لحاظ عمر سب باشندوں
کو قتل عام کا حکم دے دیا گیا۔ تیمور بڑے شہروں کی فتح کی یادگار میں
کھوپڑیوں کے مینار بنوایا کرتا تھا۔ سمرنا کی فوج اور آبادی سے حسب منشا
بلندی کا مینار بنا سکنے کے لئے کھوپڑیاں دستیاب نہ ہوئیں۔ تو تیمور نے
حکم دیا کہ کھوپڑیوں کی بیچ میں ایک ایک تہ اور پر نالے گارے کی دیدی
جائے۔ ایشیائے کوچک کی پامالی سے فارغ ہو کر تیمور نے جارجیا کا رخ
کیا۔ کیونکہ وہاں کا حکمراں طلبی پر بذات خود تاتاری لشکر میں حاضر ہونے
سے مقصر رہا تھا۔ اپنے بادشاہ کی اس خطا کی پاداش میں ہزارہا گرجی تہ
تیغ ہوئے اور گرجستان دیار جیا کے سات سو قصبے اور دیہات فنا کئے گئے۔

سات سالہ مہمات کے بعد تیمور سمرقند کو لوٹا اور کچھ عرصہ وہاں
رہ کر اپنی فتوحات کی خوشی کے جشن دل کھول کر منائے۔ اور اپنے

پوتوں کی شادی شاہانہ کروفر سے کی مگر ۱۴۰۴ء ابھی ختم نہ ہوا
کہ جب نہ ملک گیری نے چین کی طرف توجہ دلادی۔ لشکر لے کر ادہر
ہوگیا۔ چین کا بھی وہی حشر ہوتا۔ جو بیشمار دوسرے ملکوں کا ہوا۔ مگر قضا
سے کچھہ اور مقدر ہوچکا تھا۔ فروری ۱۴۰۵ء میں دریا سیحون کی
سطح سے گذرتے وقت تیمور کو بخار ہوگیا۔ اور ۷۱ سال کی عمر میں
حکومت کے بعد شہر اترار میں بتاریخ ۵ ۱۴۰۵ء وہ شخص
جس کے برابر ... رہبری نہ کی تھی اور ویسی ہی
... زمین مخلوق سے مشاہدہ میں آتی ہے داعی
اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اوس کی لاش سمرقند میں لاکر دفن کی گئی۔ انا للہ
وانا الیہ راجعون۔